اشاعت خاص
صد سالہ
عرس
امام احمد رضا

ابو محمد محمد عبد الرشید رضوی قادری

فقہ المعاملات میں

فتاویٰ رضویہ

کی بے مثال خدمات

تالیف

علامہ مفتی علی اصغر عطاری مدنی

باہتمام

محمد شرافت علی قادری رضوی
مہتمم جامعہ حنفیہ کرول سمندری (پاکستان)

جماعت اہلسنّت پاکستان سمندری

اشاعت خاص صد سالہ عرس امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے فقہ المعاملات، جدید تجارتی مسائل، معاشی نظریات، اسلامک بینکنگ کے تصور، حلال پروڈکس اور اپنے زمانے کے معرکۃ الآراء کاروباری مسائل کے حل پر کیا فقہی خدمات انجام دیں؟

ان سب کا جواب موجود ہے

اس مقالہ میں

فقہ المعاملات میں فتاویٰ رضویہ کی بے مثال خدمات

تالیف

از قلم: محقق اہل سنت ماہر امورِ تجارت استاد الفقہ

علامہ مولانا ابو محمد مفتی علی اصغر عطاری مدنی صاحب

زیر سرپرستی

تصویر نائب محدث اعظم پاکستان

صاحبزادہ پیر ابو الحسن محمد غوث رضوی صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سمندری شریف (پاکستان)

اہتمام

محمد شرافت علی قادری رضوی

مہتمم: جامعہ حنفیہ کرول سمندری (پاکستان)

نام کتاب	......	فقہ المعاملات میں فتاویٰ رضویہ کی بے مثال خدمات
تالیف	......	مفتی علی اصغر عطاری مدنی صاحب
پسند فرمودہ	......	امین فکر رضا پیر علامہ محمد حامد سرفراز قادری رضوی
خصوصی تعاون:	......	چوہدری بشیر احمد نمبردار پاکستان جنرل سٹور ۴۶۳ گ۔ب
باہتمام	......	محمد شرافت علی قادری رضوی 0344-8672550 چیئرمین رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری
تاریخ اشاعت	......	۲۵ صفر المظفر ۱۴۴۰ ہجری
تعداد	......	۱۱۰۰
پرنٹنگ		سبحان کمپیوٹرز اینڈ پرنٹرز فیصل آباد 0301-7998928
ناشر		رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری (پاکستان)

ملنے کے پتے

- ...... جامعہ حنفیہ ۴۳۷ کرول گ۔ب سمندری (پاکستان)
  فون نمبر: 0344-8672550
- ...... ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل ۲۵ جاپان منشن ریگل صدر رضا چوک کراچی (پاکستان) 021-32725150

برائے ایصالِ ثواب

والدہ محترمہ

محمد طاہر نمبردار، محمد شاہد نمبردار، محمد زاہد نمبردار، محمد مجاہد نمبردار

پاکستان جنرل سٹور ۴۶۳ گ۔ب سمندری

نوٹ: اِس کتاب کی پروف ریڈنگ انتہائی احتیاط سے کی گئی ہے اگر پھر بھی کوئی لفظی غلطی نظر آئے تو اطلاع فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اُس کی تصحیح کی جاسکے۔ (ادارہ)

دین اسلام کی تعلیمات مرکزی طور پر پانچ چیزوں پر مشتمل ہیں:

(1) عقائد (2) اخلاق و آداب

(3) عبادات (4) معاملات

(5) سزائیں

عقائد سے متعلق گفتگو، علمِ کلام میں کی جاتی ہے جبکہ اخلاق و آداب سے متعلق گفتگو، علمِ تصوف میں کی جاتی ہے۔ باقی جو تین عنوانات ہیں ان سے متعلق گفتگو علم فقہ میں کی جاتی ہے۔

عبادات کی پانچ اقسام ہیں: (۱) نماز (۲) روزہ (۲) زکوٰۃ (۴) حج (۵) جہاد۔ اسی طرح معاملات کے متعلق بھی عام طور پر فقہائے کرام نے یہی لکھا کہ پانچ ہیں:

(۱) معاوضاتِ مالیہ (۲) مناکحات

(۳) مخاصمات (۴) امانات

(۵) ترکہ۔

سزائیں بھی پانچ ہیں: (۱) قصاص (۲) حد سرقہ (۳) حد زنا (۴) حد قذف (۵) ارتداد کی سزا۔

بحر الرائق، جوہرہ نیرہ، فتاویٰ شامی اور دیگر کتب فقہ میں یہی تقسیم بندی بیان کی گئی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ اس تقسیم بندی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اعلم أن مدار أمور الدين على الاعتقادات والآداب والعبادات والمعاملات والعقوبات، والأولان ليسا مما نحن بصدده۔ والعبادات خمسة: الصلاة، والزكاة، والصوم، والحج، والجهاد۔ والمعاملات خمسة: المعاوضات المالية، والمناكحات، والمخاصمات، والأمانات، والتركات۔ والعقوبات خمسة: القصاص، وحد السرقة، والزنا، والقذف، والردة'' خلاصہ اوپر گزر چکا۔

(رد المحتار، جلد 1، صفحہ186، دار المعرفۃ بیروت)

چونکہ میرا مقالہ **''فقہ المعاملات اور فتاویٰ رضویہ کی بے مثال خدمات''** کے عنوان پر ہے لہٰذا پہلے تو علمِ فقہ المعاملات کو سامنے رکھتے ہوئے فتاویٰ رضویہ پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کردہ تقسیم سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فقہ المعاملات بہت وسیع موضوع ہے اور صرف خرید و فروخت کو ہی فقہ المعاملات نہیں کہتے بلکہ فقہ المعاملات لین دین کے تمام امور پر مشتمل ہے۔ ایک معاشرتی زندگی میں فقہ المعاملات ہی وہ موضوع ہے جو سب سے زیادہ درپیش ہوتا ہے۔ اس بات پر علمی بحث میں کافی گنجائش موجود ہے کہ کون کون سے ابواب فقہ المعاملات کے تحت داخل ہوں گے اور کون سے نہیں؟ لیکن بعض ابواب ایسے ہیں جن کے فقہ المعاملات ہونے پر کوئی شبہ نہیں جیسا کہ عقودِ معاوضات و عقودِ تبرعات، وہ تمام امور جو مال میں انتقالِ ملکیت کا سبب بنتے ہیں سب عقودِ معاملات میں داخل ہیں۔ زیرِ بحث مقالے میں راقم الحروف کے پیشِ نظر زیادہ تر عقودِ معاملات و عقودِ تبرعات ہی رہے گا۔ ورنہ فتاوی رضویہ شریف کی تقریباً 10 جلدیں فقہ المعاملات کے ابواب پر مشتمل ہیں۔

فتاوی رضویہ شریف میں فقہ المعاملات پر جو کچھ لکھا گیا اس کی پانچ انداز کی تقسیم بندی کی جاسکتی ہے

1۔ انقلابی تحقیق پر مشتمل رسائل
2۔ مصنف کے دور میں رونما ہونے والے لین دن کے جدید طریقوں پر فقہی کلام
3۔ مسلمانوں کی معاشی بہتری و ترقی کو سامنے رکھ کر لکھے گئے رسائل
4۔ مصنف کے دور میں عام فقہ نوازل پر لکھے گئے تفصیلی رسائل یا مختصر جوابات
5۔ مصنف کے بیان کردہ وہ ضابطے اور تحقیق جو اکیسویں صدی کے جدید معاشی مسائل کا بہترین حل ہیں

قسم اول: انقلابی تحقیق پر مشتمل رسائل

بیسویں صدی، جدید معاشی ترقی کی بنیاد ثابت ہوئی ہے۔ بیسویں صدی ہی وہ صدی ہے جس میں بہت ساری چیزیں یا تو نئی نئی ایجاد ہوکر پھیلنا شروع ہوچکی تھیں جیسا کہ ٹیلی گراف ٹیلی فون ہوائی جہاز یا پھر انگریز کی ھندوستان پر حکومت کے نتیجے میں ھندوستان میں یہ چیزیں نئی نئی آئیں تھیں جیسا کہ بینک، انشورنس کمپنیاں اور مختلف تجارتی کمپنیوں کا پھیلاؤ۔ ایک اور بہت بڑی تبدیلی جو بیسوی صدی کے آغاز میں سرزمین ھندوستان میں رائج ہوچکی تھی وہ پیپر کرنسی تھی۔ سونے چاندی اور دھات کے سکوں سے نکل کر کاغذی کرنسی فروغ پارہی تھی۔

یہ وہ وقت ہے جب سرزمین بریلی پر ایک عظیم فقیہ اور بے مثال محقق، **''امام احمد رضا خان''** علیہ رحمۃ الرحمٰن کے نام سے سامنے آتا ہے جو فقہی جولانی، مہارتِ جاودانی اور اسلاف کی نشانی سے متصف ہے۔ یہ وہ عبقری شخصیت ہے جو اپنے زمانے کے درپیش مسائل کی اہمیت سمجھنے کے ساتھ ساتھ ان کا درست انداز میں ادراک کرنا بھی جانتا ہے اوران پر فقہی کلام کرنا بھی۔ ان کا سینہ فیضانِ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے لبریز ہے اور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے کا جام ان میں وہ توانائی اور قوت پیدا کیے ہوئے ہے جس کی بدولت آپ کی تحقیقات پڑھنے کے بعد ہر عقل وفہم رکھنے والا کہہ اٹھتا ہے کہ اس قدر عرق ریزی، استحضارِ جزئیات، حقیقت کا ادراک، تنقیح اقوال کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کرنا کسی عام فقیہ کا کام نہیں ہوسکتا۔

میرے پیش نظر اس وقت دو ایسے رسائل ہیں جو میرے نزدیک انقلابی تحقیق پر مشتمل ہیں۔ انقلابی تحقیق کا لفظ راقم الحروف نے کیوں استعمال کیا یہ کچھ سطور کے بعد واضح ہوجائے گا۔

تکْیِیفِ فقہی کسے کہتے ہیں

ماضی قریب میں فقہ المعاملات میں ایک لفظ بہت زیادہ استعمال ہوا ہے اس کا نام ہے'' تَکْیِیفِ فقہی '' ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی نیا لین دین کا نظام یا طریقہ کار سامنے آتا ہے تو اس

کو جائز کہنا ہو یا پھر نا جائز، اس نظام کے اجزائے ترکیبی پر بحث کر کے اولاً اس نظام کا درست ادراک کیا جاتا ہے اور اس بات کا تعین کیا جاتا ہے کہ کس شق اور جہت کا تعلق فقہ کے کس باب سے ہے اور اس باب کے اصولوں کی روشنی میں یہ پورا نظام یا سسٹم جائز ہے یا نا جائز۔

اس کی ایک واضح سی مثال شیئرز کمپنیوں سے متعلق فقہی تحقیقات پر مشتمل کتب ہیں۔ ان کتب میں سب سے پہلے اس بات کا جائزہ لیا گیا کہ کمپنیوں کے شیئرز خریدنے کا مطلب کیا ہے؟ پرچی خریدی جاتی ہے یا کچھ اور؟ اچھا کمپنی کے اثاثہ جات خریدے جاتے ہیں تو شرکت ملک ہوگی یا شرکتِ عقد؟ شرکت عقد ہوگی تو کونسی؟ پھر نفع کی تقسیم، شیئرز کی اقسام، کمپنی کا وجود، اس کے کام کی نوعیت اور دیگر بہت ساری متعلقہ چیزوں کا جائز لینے کے بعد ہی کوئی فقیہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس لین دین کا شرعی حکم کیا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت معاشی ترقی کی بنیادی اکائی کارپوریٹ سیکٹر ہے جس کا ہر شعبہ ایک مرکب نظام ہوتا ہے اور ایسے کسی بھی نظام پر فقہی کلام ''تَکْیِیفِ فقہی'' کے بغیر ممکن نہیں۔

گو کہ ''تَکْیِیفِ فقہی'' کی اصطلاح بیان کردہ معانی کے تحت تقریبا 1980ء کے بعد ہی استعمال ہوتی ہوئی نظر آتی ہے جس کا بڑا سبب یہ تھا کہ سودی بینکوں اور سودی انشورنس کمپنیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی یہ کوشش جاری تھی کہ اسلامک بینک اور تکافل کے نام سے اسلامک انشورنس کمپنیاں ایجاد کی جائیں۔ پہلی تکافل کمپنی 1979ء میں سوڈان میں قائم ہوتی ہے ڈاکٹر صدیق امین الضریر اس کے شرعی ایڈوائزر بنتے ہیں اور تقریباً 1980ء میں ایک عرب ملک میں پہلا اسلامک بینک معرضِ وجود میں آتا ہے۔ ان اعداد و شمار اور تاریخی حقائق کو ذہن میں رکھنا یوں بھی ضروری ہے کہ ہمارے عقیدے کے مخالفین کے بارے میں یہ بات تو زبان زد عام ہے کہ وہ اکابر پرست واقع ہوئے ہیں اور جھوٹ کا سہارا لینا تو ان کے نزدیک ایسے معاملات میں کوئی بڑی بات معلوم نہیں ہوتی۔ پاکستان کے ایک دیوبندی اسکالر تقی عثمانی کے متعلق یہ مشہور کر رکھا ہے کہ موصوف نے اسلامک بینکنگ ایجاد کی ہے۔ حالانکہ یہ بات صریح جھوٹ ہے اسلامک بینکنگ پر بنیادی کام جدہ فقہ اکیڈمی نے کیا ہے جو دنیا بھر کے فقہاء پر مشتمل تھی موصوف تو بہت بعد میں اس اکیڈمی کے رکن بنے

ہیں۔ایک رکن وہ بھی بہت بعد میں شامل ہونے والا اور اسلامک بینک کھل جانے کے بعد اس فیلڈ کی طرف آنے والا کیسے بانی کہلا سکتا ہے یہ ایک واضح امر ہے۔

بات اسلامک بینکنگ اور تکافل کی نکلی ہے تو یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ راقم الحروف نے تا حال اس سے اتفاق نہیں کیا ہے بعض جگہ تھیوری کی اغلاط موجود ہیں اور بعض جگہ پریکٹیکل کی۔اسلامک بینکنگ کی اساس مذاہبِ اربعہ کے اجتماعی مرکب پر ہے اور کئی مقامات ایسے ہیں جہاں مذہبِ غیر پر فتوی دیئے جانے پر تحفظات اس اعتبار سے موجود ہیں کہ وجوہاتِ مسلمہ پائی گئیں یا نہیں۔جبکہ بعض غلطیوں کو ضرورت قرار دے کر صرفِ نظر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن ان کے ضرورت ہونے پر کلام بہر حال موجود ہے۔ جیسا کہ اسلامک بینکنگ اور لائف تکافل والے سرمایہ کا ایک بڑا حصہ جہاں لگا کر نفع حاصل کرتے ہیں وہ ''صکوک'' پراڈکٹ ہیں اور اس پراڈکٹ کی آج بھی سودی انشورنس ہوتی ہے۔اسلامک بینکوں کے نظام کا ہدف بہت عمدہ ہے کہ سود کا خاتمہ ہو لیکن راقم الحروف کے نزدیک اس نظام میں پائے جانے والے سقم کو دور کرنا ضروری ہے۔

درمیان میں کلام معترضہ حائل ہوگیا اصل کلام کی طرف واپس آتا ہوں۔اس وقت ہزاروں کتب، پی ایچ ڈی کے مقالے، ایم اے یا ماجستر کے رسالے اسلامک بینکنگ پر لکھے گئے ہیں اور ہر پراڈکٹ کو اسلامی اصولوں پر ڈالنے کے لئے جو ترکیب یا تکنیک استعمال کی جاتی ہے اس کا نام ہے ''تَکیِیفِ فقہی''

انقلابی تحقیق پر مشتمل پہلا رسالہ

امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے آج سے تقریباً 130 سال قبل 1311ھ یعنی تقریباً 1893ء میں ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا نام ہے:

کتابُ المُنیٰ والدُرَر لمَنْ عَمدَمَنی اٰرُدَر (1311ھ)

(امید بھرے موتیوں کا گلدستہ اس کیلئے جو منی آرڈر کا حکم جاننا چاہے)

راقم الحروف کی نظر میں یہ وہ پہلی کتاب ہے جس میں جدید معاشی نظام کو ''تَکیِیفِ فقہی'' کی مہارت کو بروکار لاتے ہوئے حل کیا گیا ہے۔یہ رسالہ منی

آرڈر کے ذریعے رقوم بھیجنے اور ڈاکخانے کو اجرت دینے کے جواز پر لکھا گیا ہے۔

جب یہ سسٹم رائج ہوا تو مسلمانوں نے اس سے استفادہ شروع کیا اور کئی برس بعد کہیں سے یہ شور اٹھا کہ یہ سسٹم تو ناجائز اور سودی ہے یوں بعض لوگوں نے اسے سودی کام قرار دے دیا، ایسے میں مولوی عبدالسمیع صاحب نے ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی خدمت میں منی آرڈر کے نظام کی شرعی حیثیت پر سوال نامہ بھیجا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے اس کے جواب میں یہ تفصیلی رسالہ تحریر فرمایا جو فتاوی رضویہ جلد 19 میں موجود ہے۔ اس رسالے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ صرف فقہی اعتبار سے مسئلے کی تنقیح کی اور ثابت کیا کہ منی آرڈر کا نظام جائز ہے اور جو فقہی اشکالات کیے گئے وہ قابل حل ہیں اور ان کا جواب یہ یہ ہے، بلکہ اس مسئلے کی پوری فقہی جانچ پڑتال کر ڈالی۔ کِتابُ المُنیٰ و الدُرَر کوئی عام علمی رسالہ نہیں بلکہ اس میں دور جدید کے ایک پورے نظام سے متعلق آپ سے پوچھا گیا جس میں بہت سارے فقہی اشکالات آپ کے سامنے تھے کہ ادارہ رقم پہنچانے کی اجرت لیتا ہے، اگر اس سے رقم ضائع ہو جائے تب بھی لوٹاتا ہے اور ضمان ادا کرتا ہے حالانکہ یہ چیز اس کے پاس امانت تھی اور امانت پر ضمان نہیں ہوتا۔ پھر یہ کہ ادارہ اجیر خاص ہے یا اجیر مشترک؟ جو رقم ڈاکخانے کو دی جاتی ہے وہ قرض تو نہیں؟ ان تمام چیزوں کو سامنے رکھ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس نظام کی مکمل ''تَکْیِیفِ فقہی'' بیان کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیا اور ہر ہر شق پر دلائل مرتب کیے۔

یہاں تین باتیں بڑی اہم ہیں

(1) اول یہ کہ کسی بھی معاشی نظام یا عقد کی ''تَکْیِیفِ فقہی'' بیان کرنے کا رجحان اسلامک بینکاری شروع ہونے کے بعد سے ہی آیا ہے اس سے پہلے فقہاء نے کسی معاشی سسٹم پر فتاویٰ یا رسائل لکھے ہوں اس کی مثال شاید خال خال ہی ہو۔ لیکن اگر تاریخ پر نظر کی جائے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا شمار ان اولین لوگوں میں ہے جنہوں نے عصری ایجادات اور جدید معاشی نظام کی ''

تَکْییفِ فقہی‘‘ بیان کرنے کی ابتداء کی۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ یہ سالہ صرف منی آرڈر کو ہی نہیں بلکہ ایسے تمام شعبہ جات کو محیط ہے جو سروسز دیتے ہیں اور ان سے متعلق بہت ہی اہم نکات اس رسالے میں بیان کیے گئے ہیں۔

(3) جو بات اس رسالے کو انقلابی تحقیق کا نام دیتی ہے اس کا سبب کم از کم دو چیزیں ہیں اول یہ کہ جدید معاشی نظام میں جواز ورخصت تلاش کرنا علماء پر عائد ذمہ داری ہے۔ انتہا درجے کا غور وفکر اور مسلمانوں کی آسانی کا راستہ تلاش کرنا ایک انتہائی اہم کام ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ کسی بھی نئی ایجاد سے مرعوب ہو کر کسی چیز کو جائز یا ناجائز نہیں کہا جاتا بلکہ ایک مفتی اسلام، مذہب کے اصولوں، قواعد اور اہم جزئیات و نظائر کی روشنی میں ہی اسے جائز کہہ سکتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو اس رسالے میں ثابت کرتی ہے کہ امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے صرف ضرورت یا حاجت کا نعرہ لگا کر اس نظام کو جائز نہیں کہا بلکہ جو اسلوب اختیار کیا وہ جدید دور کے فقہی مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک ماڈل اور مثال ہے۔ اس رسالے میں اختیار کردہ اسلوب عام اسلوب نہیں، منہجِ تحقیق عام انداز کا نہیں بلکہ انقلابی تحقیق کا انداز ہے جس کو سامنے رکھ کر عصر حاضر کے مسائل کا حل نکالنا ممکن ہے۔

انقلابی تحقیق پر مشتمل دوسرا رسالہ

انقلابی تحقیق پر مشتمل دوسرا رسالہ جو میرے پیش نظر ہے اس کا موضوع معیشت کی ایک بنیادی اکائی ہے۔ یہ رسالہ 1324ھ یعنی تقریباً 1906ء تا 1907ء میں ایک ایسے موضوع پر لکھا گیا کہ سات یا آٹھ عشروں کے بعد دنیا بھر کی فقہی اکیڈمیز، فقہی بورڈز میں تقریباً وہی مؤقف طے ہوا جو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیسویں صدی کی ابتداء میں ہی بیان کر چکے تھے۔ اس رسالہ کا نام یہ ہے:

کَفلُ الْفَقِیہِ الْفَاھِمِ فِی اَحْکَامِ قِرطَاسِ الدرَاھِمِ (۱۳۲۴ھ)

(کاغذی نوٹ کے احکام کے بارے میں سمجھدار فقیہ کا حصہ)

یہ رسالہ 1324ھ بمطابق تقریباً 1907ء میں تحریر کیا گیا اس کا موضوع زر

یعنی کرنسی ہے۔ معاشی طور پر زر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ فقہی طور پر لین دین کے مسائل میں معاوضہ اور بدل بننے والی شے کو ثمن (Price) کہا جاتا ہے۔ فقہ المعاملات میں ثمن (Price) پر دو طرح سے کلام کیا جاتا ہے ایک عمومی اعتبار سے، وہ یہ کہ کسی بھی سودے میں ثمن (Price) طے ہونا ضروری ہے یعنی اس کی مقدار کیا ہوگی؟ ادائیگی نقد ہو گی یا ادھار؟ کس ملک کی کرنسی ہوگی؟ وغیرہ۔

ثمن (Price) پر دوسری گفتگو خود اس کی ذات کی حیثیت اور اس پر متفرع ہونے والے مسائل کے اعتبار سے کی جاتی ہے۔ ''کِفلُ الفَقِیہ'' کا موضوع یہی دوسری قسم ہے۔

زمانہ قدیم میں لوگ اشیاء کے بدلے اشیاء کا تبادلہ کر کے خرید و فروخت کیا کرتے تھے جسے Bater Sale کہتے ہیں اس کے بعد سونے اور چاندی کو زر کی حیثیت حاصل ہوئی اور اسے لین دین کے سودوں میں بدل ٹھہرایا جانے لگا انیسویں صدی تک یہ نظام برقرار رہا۔ البتہ پچھلے زمانوں میں سونے اور چاندی کے سکوں کے ساتھ ساتھ مختلف دھاتوں کے سکوں کا بہت زیادہ چلن تھا جن کو فلوس کہا جاتا تھا اور ہر ریاست اپنے اپنے فلوس جاری کرتی تھی۔ فلوس کا چلن دوسری یا تیسری صدی سے ہی ہو چکا تھا۔ ہمارے فقہاء کرام نے شروع دن سے ہر اس موضوع پر کلام کیا ہے جس کا تعلق احکام یعنی حلال و حرام سے ہو، اسی طرح زر یعنی ''نقود'' بھی ہمارے فقہاء کی تصانیف کا مستقل موضوع رہا۔

میرے سامنے اس وقت نقود پر لکھی گئی بہت ساری قدیم اور جدید کتب موجود ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ کرنا مناسب سمجھوں گا تاکہ اس مسئلہ کی اہمیت واضح ہو سکے۔

قدیم کتب

(1) احمد بن محمد بن عماد بن علی المعروف بابن الہائم المتوفی 815ھ نے ''نزھة النفوس فی بیان حکم التعامل بالفلوس'' کے عنوان سے رسالہ لکھا۔

(2) امام جلال الدین السیوطی المتوفی 911ھ نے ''قطع المجادلة عند تغییر المعاملة'' کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا جو کہ الحاوی للفتاوی کے رسائل میں شامل ہے۔

(3) علامہ عبدالرؤوف مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (952ھ 1031ء) نے نقود کی

تاریخ اور مختلف جہتوں پر مستقل کتاب تصنیف کی جس کا نام ہے ''النقود و المکاییل و الموازین'172 صفحات کی اس کتاب کو عراقی پبلشر دار الرشید نے شائع کیا۔

(4) مشہور حنفی فقیہ علامہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی (1004ھ) جن کی کتاب تنویر الابصار کی شرح علامہ حصکفی نے درمختار کے نام سے کی اور پھر اس پر مزید شرح لکھی گئی جو فتاوی شامی کے نام سے مشہور ہے۔ان علامہ غزی تمرتاشی نے ''بذل المجهود في تحرير اسئلة تغيير النقود'' کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا۔یہ رسالہ ایک عرصے سے مخطوط صورت میں تھا لیکن 1422ھ بمطابق 2001ء کو جامعہ القدس نے یہ رسالہ دکتور حسام الدین کی تعلیق کے ساتھ شائع کیا۔

(5) عبدالقادر الحسینی (1216ھ) نے ''في تراجع سعر النقود بالأمر السلطاني'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا جو کہ نزیہ حماد کی تحقیق سے شائع ہوا ہے۔

(6) علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (1252ھ) نے 1230ھ میں ''تنبيه الرقود على مسائل النقود'' کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا جو کہ رسائل ابن عابدین میں موجود ہے۔

یہ قدیم زمانے میں لکھی گئی بعض کتب اور رسائل تھے جن میں علماء نے فلوس اور درہم و دینار کو زیر بحث لا کر ان کے فقہی مسائل پر تفصیلی گفتگو کی،ان علماء نے اپنے زمانے ہی کے مسائل کا احاطہ کیا لیکن وقت کا پہیہ تیزی سے گھومتا رہا اور اٹھارہویں صدی کے بعد ایجادات کا ایک طوفان آچکا تھا ایسے میں اس موضوع پر اس وقت اضطراب آیا جب کاغذی کرنسی ایجاد ہوئی، پہلے چاندی کے درہم اور سونے کے دینار کے بعد جب فلوس رائج ہوئے تو ایک بات طے تھی کہ فلوس کسی نہ کسی دھات کے ہوتے ہیں یہ بذات خود ایک مال ہیں لیکن نوٹ کے ایجاد ہونے پر علماء سب سے پہلے تو اس بات پر متردد ہوئے کہ یہ رسید ہے یا بذاتِ خود ایک مال بن کر فلوس کی طرح کرنسی کی صورت اختیار کرنے والی ایجاد ہے۔اور کثیر فقہی احکام میں نوٹ کا معاملہ کیا ہوگا؟

دیوبند مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء نے اس وقت نوٹ کو رسید قرار دے کر

مال ماننے یا کرنسی ماننے سے انکار کر دیا، ان کے نزدیک یہ طے پایا کہ ''نوٹ دین کی سند ہے نوٹ نہ مال ہے نہ سونے اور چاندی کا بدل اور نہ بذات خود ثمن ہے بلکہ محض اس دَین کی ایک سند (Certificate) ہے جو حاملِ نوٹ کے لئے جاری کنندہ کے ذمہ واجب ہے'' ملاحظہ ہو:۔فتاوی رشیدیہ صفحہ 476، امداد الفتاوی جلد 2 صفحہ 5 مکتبہ دار العلوم کراچی۔

علمائے عرب سے بھی یہ مسئلہ پوچھا گیا لیکن وہ کسی نتیجے تک ہنوز نہ پہنچے تھے بلکہ مکہ مکرمہ کے مفتی احناف سے جب کاغذی کرنسی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ''علم، علماء کی گردنوں پر امانت ہے مجھے اس مسئلے کے جزئیہ کا علم نہیں'' ایسے میں بہر حال 1323ھ میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن جب دوسری مرتبہ حج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں کے علماء نے کاغذی کرنسی کے تعلق سے بارہ سوالات پیش کیے جس کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا قلم اٹھایا اور عربی زبان میں جامع کتاب ''کِفْلُ الْفَقِیہ الْفَاہِم فِی اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدِرَاہِم'' لکھ کر اس مسئلے کو ہمیشہ کے لئے حل فرما دیا۔ یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ رسالہ کن سوالات کے جواب میں تحریر ہوا اور نوٹ کی فقہی حیثیت اتنی اہم کیوں ہے ان سوالات سے ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔

نوٹ کی حیثیت پر پوچھے گئے بارہ سوالات

الاول: هل هو مال ام سند من قبيل الصك؟

اول: کیا وہ مال ہے یا دستاویز کی طرح کوئی سند؟

الثاني: هل تجب فيه الزكوة اذا بلغ نصابا فاضلا وحال عليه الحول ام لا؟

دوم: جب وہ بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی یا نہیں؟

الثالث: هل يصح مهرا؟

سوم: کیا اسے مہر مقرر سکتے ہیں؟

الرابع: هل يجب القطع بسرقته من حرز؟

چہارم: اگر کوئی اسے محفوظ جگہ سے چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہو گا یا نہیں؟

الخامس: هل يضمن بالاتلاف بمثله او بالدراهم ؟

پنجم: اگر اسے کوئی تلف کردے تو عوض میں اسے نوٹ ہی دینا ٹھہرے گا یا دراہم؟

السادس: هل يجوز بيعه بدراهم او دنانير او فلوس؟

ششم: کیا روپوں یا اشرفیوں یا پیسوں کے عوض اس کی بیع جائز ہے؟

السابع: اذا استبدل بثوب مثلا يكون مقايضة او بيعا مطلقا؟

ہفتم: اگر مثلاً نوٹ کے بدلے کپڑا خریدیں تو یہ بیع مطلق ہوگی یا مقایضہ (جس میں دونوں طرف متاع یعنی سامان ہوتا ہے)؟

الثامن: هل يجوز اقراضه وان جاز فيقضى بالمثل او بالدراهم؟

ہشتم: کیا اسے قرض دینا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو ادا کرتے وقت نوٹ ہی دیا جائے یا دراہم؟

التاسع: هل يجوز بيعه بدراهم نسيئة الى اجل معلوم؟

نہم: کیا دراہم کے بدلے ادھار میں نوٹ کا بیچنا جائز ہے؟

العاشر: هل يجوز السلم فيه بان تعطى الدراهم علٰى نوط معلوم نوعا وصفة يؤدى بعد شهر مثلاً؟

دہم: کیا اس میں بیع سلم جائز ہے یوں کہ روپے پیشگی دیئے جائیں کہ مثلاً ایک مہینے کے بعد اس قسم کا اور ایسا نوٹ لیا جائے گا؟

الحادى عشر: هل يجوز بيعه بازيد مما كتب فيه من عدد الربابى كان يباع نوط عشرة باثنى عشر او عشرين او بانقص منه كذلك؟

یازدہم: کیا یہ جائز ہے کہ جتنی رقم اس میں لکھی ہے اس سے زائد کو بیچا جائے مثلاً دس کا نوٹ بارہ یا بیس کو یا اسی طرح اس سے کم؟

الثانى عشر: ان جاز هذا فهل يجوز اذا اراد زيد استقراض عشرة ربابى من عمرو ان يقول عمرو لادراهم عندى ولكن ابيعك نوط عشر ة باثنتى

عشرة ربية منجمة الٰی سنة تؤدی کل شهر ربية وهل ينهی عن ذلك لانه احتيال فی الربا وان لم ينه فما الفرق بينه و بين الربا حتی يحل هذا او يحرم ذٰلك مع ان المالٰ وهو حصول الفضل واحد فيهما؟

دوازدہم: اگر یہ جائز ہے تو کیا یہ جائز ہوگا کہ جب زید عمرو سے دس روپے قرض لینا چاہے تو عمرو کہے دراہم تو میرے پاس نہیں ہیں ہاں میں دس کا نوٹ بارہ کو سال بھر کی قسط بندی پر تیرے ہاتھ بیچتا ہوں کہ تو ہر مہینے ایک روپیہ دیا کرے، کیا اس کو منع کیا جائے گا کہ یہ سود کا حیلہ ہے، اور اگر نہ منع کیا جائے تو اس میں اور ربا میں کیا فرق ہے کہ یہ حلال ہو اور وہ حرام حالانکہ مآل دونوں کا ایک ہے یعنی زیادتی کا ملنا؟

افيدونا الجواب توجروا يوم الحساب۔

ہمیں جواب سے فائدہ بخشو قیامت کے دن تمہیں اجر ملے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اپنے سفر حج کے دوران مکہ مکرمہ ہی میں ان سوالات کے جوابات پر مشتمل رسالہ کِفلُ الْفَقِیہ تصنیف کیا۔ چنانچہ 4 صفر المظفر 1324ھ کو سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کِفلُ الْفَقِیہ کے مبیّضہ کی پروف ریڈنگ کے لئے کتب خانہ حرم پہنچے، دیکھا کہ ایک جید عالم مولانا سید عبداللہ بن صدیق مفتی حنفیہ بیٹھے "کِفلُ الْفَقِیہ" کے مسودہ (First Copy) کا مطالعہ کررہے ہیں جیسے ہی وہ اس مقام پر پہنچے جہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل فرمائی کہ: "لو باع کاغذة بالف يجوز و لا يكره" (فتح القدیر، کتاب الکفالہ، ج6، ص324) یعنی اگر کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو بلا کراہت جائز ہے۔ تو پھڑک اٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے "اين جمال ابن عبد اللّٰه من هذا النص الصريح" ترجمہ: جمال بن عبداللہ اس واضح دلیل سے کہاں غافل رہ گیا۔ (سوانح امام احمد رضا، ص314)

نوٹ کی حیثیت پر نیا ابال

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے تقریباً 1907 میں کرنسی

کے موضوع پر جو کتاب تحریر کی اس وقت سے لے کر 1970ء تک اس مسئلے پر کوئی بڑا کام سامنے نہیں آیا اور 1970ء سے لے کر اختتام صدی یعنی 2000ء تک 30 سالوں میں اس مسئلے پر بہت کچھ لکھا گیا سیمینار منعقد ہوئے جن میں دنیا بھر کے علماء مختلف فورمز پر سر جوڑ کر بیٹھے، درجنوں کتب تصنیف کی گئیں، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالے کاغذی کرنسی پر لکھے گئے اور اکثر علماء کے ہاں جو نتیجہ نکلا وہ وہی تھا جو نصف صدی سے بھی پہلے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ''کِفلُ الفَقِیہ'' میں بیان کر چکے تھے۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

نوٹ کی تحقیق سے متعلق زمانۂ قریب کی علمی سرگرمیاں

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے بہت پہلے ہی اس مسئلے کو حل فرما دیا اور درحقیقت ان کے پیش نظر اس مسئلے کی اہمیت اور مستقبل کے حوالے سے درپیش فقہی مسائل تھے جنہوں نے آگے چل کر ہر خطے کے مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا تھا اس بنا پر اس محقق اعظم نے اپنی دور اندیشی سے ادراک کرتے ہوئے پہلے ہی امت کو تشفی بخش حل عطا فرما دیا۔

ذیل میں ہم ان علمی سرگرمیوں کا ایک تاریخی جائزہ پیش کر رہے ہیں جو زمانہ قریب میں نوٹ کی تحقیق پر منعقد ہوئیں اور لوگوں نے ساٹھ، ستر سال بعد وہی نتیجہ نکالا جو ''کِفلُ الفَقِیہ'' میں 1907ء میں ثابت کیا جا چکا تھا۔ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ دنیائے علم وفن میں تحقیق کا سہرا اسی کے سر باندھا جاتا ہے جو ''اَسبَق'' ہو یعنی سب سے پہلے کسی بات کو ثابت کرے یا سب سے پہلے کوئی نظریہ قائم کرے یا کسی لا ینحل مسئلے کا قابلِ عمل حل بیان کرے۔ نوٹ کی فقہی حیثیت اور تحقیق کا سہرا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ہی کے سر پر سجا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں زمانہ قریب میں نوٹ کی تحقیق پر کیا علمی سرگرمیاں رہیں

(1) پہلی سرگرمی

سعودی علماء کے زیر اہتمام 1393ھ یعنی تقریباً 1973 میں لجنة دائمة

للبحوث العلمیه الافتاء کے تیسرے اجلاس میں جو مسائل زیر بحث آئے ان میں سے ایک مسئلہ نوٹ کی حیثیت کے بارے میں بھی تھا جس پر تفصیل ابحاث ھیئۃ الکبار العلماء نامی کتاب کی جلد اول میں موجود قرارداد نمبر 10 میں موجود ہے اس اجلاس کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا گیا ''وبعد استعراض الأقوال الفقهية التى قيلت فى حقيقة الأوراق النقدية من اعتبارها أسنادا، أو عروضا، أو فلوسا، أو بدلا عن ذهب أو فضة، أو نقدا مستقلا بذاته، وما يترتب على تلك الأقوال من أحكام شرعية ''یعنی اس مشورہ میں یہ طے کرنا ہے کہ نوٹ کیا ہے، سند ہے یا عروض میں سے ہے یا فلوس کی طرح ہے یا پھر سونا یا چاندی کا بدل ہے یا پھر مستقل طور پر ایک جداگانہ حیثیت رکھنے والی چیز ہے۔

(ابحاث ھیئۃ الکبار العلماء، جلد 1، صفحہ 88)

(2) دوسری سرگرمی

1988ء میں دنیا بھر سے منتخب علماء کے فورم ''بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی کونسل'' کا پانچواں اجلاس کویت میں منعقد ہوا۔ پاکستانی دیوبندی عالم نے اپنا مقالہ ''احکام اوراق النقوذ'' اسی سیمینار میں پیش کیا۔ اس سیمینار میں جو طے کیا گیا اس بات کو اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن تقریبا 82 سال قبل ہی بیان کر چکے تھے۔

فقہ اکیڈمی جدہ کے سیمینار کے فیصلوں کے خلاصے کا ترجمہ کراچی کے ایک ادارے نے شائع کیا ہے اس مسئلے پر ہونے والے فیصلے کا ترجمہ اسی کتاب سے درج ذیل ہے:

''قرارداد نمبر ۴۲ (۵/۴) بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی کی کونسل کا پانچواں اجلاس کویت میں مؤرخہ ۱ تا ۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۰ دسمبر تا ۱۵ دسمبر ۱۹۸۸ء منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں کونسل نے 'کرنسی کی قیمت میں تبدیلی' کے موضوع پر اراکین اور ماہرین کی طرف سے پیش کئے گئے مقالات سے آگاہی حاصل کی اور اس پر ہونے والے مباحثوں کو سنا۔ کونسل نے اکیڈمی کے تیسرے اجلاس کی قرارداد نمبر ۲۱ (۳/۹) سے بھی واقفیت حاصل کی جس میں کہا گیا تھا کہ کاغذی نوٹ (فقہی اعتبار سے) 'نقود اعتباریہ' کی حیثیت رکھتے ہیں،

کہ ان میں ثمنیت مکمل طور پر موجود ہے اور شریعت میں ربا، زکوٰۃ اور سلم وغیرہ معاملے میں سونے چاندی کے جو احکام طے شدہ ہیں وہی احکام ان نوٹوں پر بھی جاری ہوں گے۔
(جدید فقہی مسائل اور ان کا مجوزہ حل، صفحہ 119، ماڈرن اسلامک فقہ اکیڈمی کراچی)

(3) تیسری سرگرمی

ہندوستان میں دیو بندی علماء پر مشتمل فورم اسلامک فقہ اکیڈمی نے 1989ء میں اپنے دوسرے سالانہ سیمینار میں اس نکتہ پر گفتگو کی کہ نوٹ ہے کیا؟ ان کے بڑوں نے اسے رسید کہہ رکھا ہے اسے باقی رکھا جائے گا یا اس پر ثمن کا حکم لگایا جائے؟
اس سیمینار کے لئے جو سوال نامہ مرتب ہوا جس پر مقالہ نگاروں نے جوابات لکھے جدید فقہی مباحث جلد 2 ص 42 پر سوالنامے کے ابتدائی سوال کچھ یوں لکھے گئے۔
''براہِ کرم مندرجہ بالا تمہید کو پیش نظر رکھ کر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر فرمائیں۔
۱۔ کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
۲۔ زر حقیقی یعنی سونے چاندی کے دینار و درہم اور زر اصطلاحی یعنی کاغذی نوٹ کے شرعی احکام یکساں ہوں گے یا ان میں کوئی فرق ہوگا؟''
اس سیمینار میں کرنسی نوٹ پر جو فیصلہ ہوا اس کا پہلا پیرا گراف جدید فقہی مباحث نامی کتاب کے صفحہ 568 ج 2 پر درج ذیل الفاظ میں لکھا گیا
''موجودہ دور میں سونا چاندی ذریعہ تبادلہ نہیں رہا اور کاغذی نوٹوں نے ذریعہ تبادلہ ہونے میں سونے چاندی کی جگہ لے لی ہے، حکومت کے قوانین بھی کاغذی نوٹوں کو مکمل طور پر ثمن کی حیثیت دیتے ہیں اور بحیثیت ثمن نوٹوں کو قبول کرنا لازم قرار دیتے ہیں۔ غرضیکہ کاغذی نوٹوں کی حیثیت عرف اور رواج میں زرِ قانونی کی ہوگئی ہے۔ کرنسی کے اس ہمہ گیر رواج نے جو شرعی اور فقہی مسائل پیدا کئے ہیں ان کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے اور غور و خوض کرنے کے بعد شرکائے سیمینار درج ذیل نکات پر متفق ہوئے۔
(۱) کرنسی نوٹ سند و حوالہ نہیں ہے بلکہ ثمن ہے اور اسلامی شریعت کی نظر میں کرنسی نوٹ کی حیثیت زرِ اصطلاح و قانونی کی ہے۔

(۲) عصر حاضر میں نوٹوں نے ذریعہ تبادلہ ہونے میں مکمل طور پر زر خلقی (سونا، چاندی) کی جگہ لے لی ہے اور باہمی لین دین نوٹوں کے ذریعہ انجام پاتا ہے اس لئے کرنسی نوٹ بھی احکام میں ثمن حقیقی کے مشابہ ہے لہٰذا ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی سے کمی و بیشی کے ساتھ نہ تو نقد جائز ہے نہ ادھار۔

امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے اختیار کردہ موقف کے بعد یہ سب سرگرمیاں اسی نتیجہ پر کر پہنچی جو مجدد دین وملت پہلے ہی بیان کر چکے تھے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے

اس گلی کے دوسری جانب کوئی رستہ نہیں

(4) چوتھی سرگرمی

بعض حضرات نے نوٹ کو ثمن تو مان لیا لیکن خود سے جداگانہ حیثیت دینے کے بجائے اسے سونے کا بدل قرار دیا اور اس مسئلے پر اب بھی یہ موقف رکھتے ہیں کہ نوٹ کی خود اپنی کوئی حیثیت نہیں بلکہ یہ سونے اور چاندی کا بدل ہے ان حضرات کے نزدیک سونے کو نوٹ کے بدلے ادھار خریدنا بھی جائز نہ ہوگا۔ چنانچہ جامعہ بنوری نیوٹاؤن سے جاری ہونے والے ماہنامہ بینات میں ادارے کے اس وقت کے مفتی سعید احمد جلال پوری نے لکھا ''جہاں تک کاغذی نوٹ کی حیثیت کا تعلق ہے اس سلسلہ میں عرض ہے کہ کاغذی نوٹ چونکہ عام طور پر اس سونے چاندی کا بدل یا زرِ ضمانت ہوتے ہیں جس کی بنیاد پر کاغذی نوٹ جاری کئے جاتے ہیں اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ انہیں سونے کا بدل تصور کیا جائے اور ان کے عوض سونے چاندی کی ادھار خرید وفروخت نہ کی جائے جبکہ بعض دوسرے حضرات ان کو ثمن عرفی قرار دیتے ہیں اس لئے اُن کے ہاں ان کا حکم زرِ ضمانت کا نہیں لہٰذا اُن کے ہاں کاغذی نوٹوں کے عوض سونے چاندی کی ادھار خرید وفروخت جائز ہے۔

(ماہنامہ بینات، ربیع الثانی 1427 بمطابق 2006)

(5) پانچویں سرگرمی

بیسویں صدی کے آخر میں نوٹ کی حیثیت اور اس پر متفرع ہونا والا یہ مسئلہ کس قدر اہمیت اختیار کر گیا اس کا اندازہ گزشتہ تیس سالوں میں لکھی گئی کتب سے ہوسکتا ہے۔ ان کتب میں

جہاں کرنسی کی تاریخ زیر بحث رہی وہیں ان پر وارد ہونے والے فقہی احکام بھی ان کتب کا موضوع رہے ان میں سے چند کتب اور ان کے مصنفین کے نام درج ذیل ہیں:

کرنسی سے متعلق عصرِ حاضر میں لکھی گئی کتب

(1) الشیخ محمد علی عبداللہ:۔أحكام النقود الورقية وتغير قيمة العملة

(2) محمد عبداللطیف الفرفور:۔رسالة فواتح الإشراق فی أحكام نقود الأوراق وتغير قيمة العملة بإطلاق

(3) ابوبکر دکوری:۔أحكام النقود الورقية

(4) الشیخ محمد عبدہ عمر:۔أحكام النقود الورقية وتغير قيمة العملة فی نظر الشريعة الإسلامية

(5) الشیخ عبداللہ بن الشیخ المحفوظ:۔أحكام النقود الورقية وتغير قيمة العمله

(6) رفیق المصری:۔الإسلام والنقود

(7) محمد عمر چھابڑا:۔نحو نظام نقدی عادل دراسة للنقود و المصارف و السياسة النقديه فی ضوء الاسلام یہ کتاب دراصل انگریزی میں ہے جس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

(8) عدنان الترکمانی:۔ السياسة النقدية والمصرفية فی الإسلام

کرنسی سے متعلق دنیا کی مختلف جامعات میں ہونے والے پی ایچ ڈی اور ایم فل کے مقالہ جات

(9) عباس احمد الباز:۔ أحكام صرف النقود والعملات فی الفقه الإسلامی، رسالة ماجستير

(10) احمد حسن:۔الأوراق النقدية فی الاقتصاد الإسلامی قيمتها وأحكامها، رسالة دكتوراة

(11) علاء الدین الزعتری:۔ النقود وظائفها الأساسية وأحكامها الشرعية، رسالة ماجستير

(12) ستر بن ثواب الجعید :۔ أحکام الأوراق النقدیة والتجاریة فی الفقه الإسلامی، رسالة ماجستیر
(13) احمد حسین احمد الحسینی :۔ تطور النقود فی الشریعة الإسلامیة، رسالة دکتوارة
(14) جبر محمد سلامہ :۔ أحکام النقود فی الشریعة الإسلامیة

کفل الفقیہ رسالے کی افادیت پر اہم نکات

ماقبل کی جانے والی گفتگو سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

1۔ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوٹ یعنی کاغذی کرنسی ایجاد ہونے پر سب سے پہلے تفصیلی تحقیق قلم بند کر کے اس کی درست انداز پر حیثیت متعین فرمائی اور اس کو رسید کا وثیقہ کہنے والوں کا ردِ بلیغ فرمایا۔

2۔ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ صرف نفس نوٹ کے مسئلے پر شافی جواب دیا بلکہ نوٹ کی ایجاد پر جو فقہی تفریعات حل طلب تھیں ان پر بھی تفصیلی کلام فرمایا۔

3۔ نوٹ کا مسئلہ کوئی عام مسئلہ نہیں تھا فقیہ اعظم نے یہ نہ دیکھا کہ مسئلہ اس نوعیت کا ہے کہ اس کی نظیر پہلے کوئی نہیں ملتی، نہ کوئی جمود ان کے سامنے حائل ہوا۔ بلکہ یہ رسالہ لکھ کر آپ نے ثابت کر دیا کہ فقہ اسلامی میں ہر چیز کا حل موجود ہے بروقت اور درست حل ہی وہ عمل ہے جس کی بنا پر اس مسئلے میں کی جانے والی تحقیق پر انقلابی تحقیق کا نام صادق آتا ہے ایک ایسی تحقیق جس کے نتیجے میں نوٹ سے پیدا ہونی والی عالمگیر تشویش دور ہوئی اور کروڑوں مسلمان دینی پیچیدگی سے بچ گئے۔

یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ کفل الفقیہ الفاہم کے ساتھ ساتھ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور رسالہ بھی اس کے بعد تصنیف فرمایا جس میں ہندوستان میں نوٹ کی حیثیت پر درست استدلال نہ کرنے والوں پر گرفت کی گئی۔ اس رسالے کا نام درج ذیل ہے:

كاسر السَفِیه الوَاهِم فی اِبْدَالِ قِرْطَاسِ الدَرَاهِم

(کاغذی نوٹ کے بدلنے سے متعلق بیوقوف وہمی کو شکست دینے والا)

ملقب بلقب تاریخی الذَّیْلُ المَنُوطُ لِرِسَالَۃِ النُّوطِ (۱۳۲۹ھ)
یہ رسالہ فتاوی رضویہ کی جلد 17 میں صفحہ 505 تا 560 پر موجود ہے "کِفْلُ الْفَقِیْہ" کی تالیف تو ان بارہ سوالات کے جوابات تک محدود تھی لیکن اس رسالے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نوٹ کی فقہی حیثیت پر جداگانہ طور پر ہر دو فریق رشید احمد گنگوہی اور مولانا عبدالحی لکھنوی کے فتووں کا تفصیلی رد کیا۔

افسوس ناک پہلو

حال ہی میں کرنسی اور زر کے موضوع پر ہونے والے ایک پی ایچ ڈی کے مقالے میں ایک دیوبندی مقالہ نگار مولوی عصمت اللہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کا مؤقف غلط نقل کیا ہے، مقالہ نگار کی اس غلطی کا اعتبار کر لیا جائے تو "کِفْلُ الْفَقِیْہ" کی جوافادیت تھی وہ ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ نوٹ کی حیثیت کو متعین کرنے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ سمیت تمام لوگوں کا مؤقف شاذ اور حقیقت کے برعکس تھا اور آج کے لوگوں نے جو تحقیق کی ہے وہ ایک نئی چیز ہے اس سے پہلے یہ کام کسی نے نہیں کیا لہٰذا یہ کارنامہ آج کے لوگوں کا ہے۔

اس غلط مؤقف کو کیوں بیان کیا گیا؟ یا تو اس کارنامہ کا سہرا کسی اور کے سر باندھنے کے لئے تعصب سے کام لیتے ہوئے مولوی عصمت اللہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مؤقف کو غلط بیان کیا یا پھر ان کی فہم کا قصور ہوگا کہ وہ جس مسئلے پر پی ایچ ڈی کر رہے تھے اسی عنوان پر لکھی گئی بنیادی کتاب کے مطالب کو بلکہ صریح ترین عبارات کو پڑھنے سے قاصر رہے اور درست کے بجائے غلط بات آگے بیان کی۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ مقالہ تقی عثمانی کی نگرانی میں لکھا گیا جس کا اقرار تقی عثمانی نے خود اپنی اس کتاب کے لئے لکھی گئی تقریظ میں کیا ہے۔ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ اس نے یہ مقالہ بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ملاحظہ ہو

"زر کا تحقیقی مطالعہ ص 19" مکتبہ ادارۃ المعارف کراچی

مقالہ نگار مولوی عصمت اللہ نے اپنے مقالے میں تین مقامات پر اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا حوالہ دیا ہے۔

پہلا مقام

صفحہ 98 سے مقالہ نگار نے نوٹ کی حیثیت پر مختلف نظریات بیان کرنے کی ابتداء کی اور اسی صفحے پر پہلا نظریہ کے ضمن میں علمائے دیوبند کا یہ نظریہ بیان کیا کہ ان کے نزدیک نوٹ دَین کی سند ہے۔ بیان کردہ دوسرے نظریے کو ہم آخر میں بیان کریں گے صفحہ 108 پر مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے بیان کیا کہ ان کے نزدیک نوٹ سونے کا بدل ہے۔ صفحہ 112 پر چوتھا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ ''نوٹ کی شرعی حیثیت سے متعلق چوتھا مؤقف یہ ہے کہ نوٹ بذاتِ خود ثمن عرفی ہے، اور احکام میں فلوس کی طرح ہے، یعنی نوٹ نہ سندِ دین ہے نہ عروض ہے اور نہ سونے چاندی کا بدیل ہے، بلکہ خود ثمن ہے اور احکام شرعیہ میں فلوس کی طرح ہے اکثر علماء اسی نظریے کے قائل ہیں اور یہی نظریہ ہمارے نزدیک راجح ہے۔''

مقالہ نگار نے دوسرا نظریہ بیان کرتے ہوئے صفحہ 103 پر لکھا کہ ''نوٹ مال اور سامان (Goods) ہے، کیونکہ لین دین اور سارے معاملات نفسِ کاغذ ہی سے متعلق ہوتے ہیں، اور کاغذ مالِ متقوم (قیمت والا) ہے، جس کی قدر و قیمت عرف و رواج کی وجہ سے بڑھ گئی، جیسے ہیرے، جواہرات کہ انتہائی قیمتی ہوتے ہیں، لیکن ان کی حیثیت مال اور سامان کی ہوتی ہے۔ ہندوستانی علمائے کرام میں علمائے رام پور اور جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کی بھی یہی رائے ہے، اور یہی شیخ عبدالرحمٰن بن سعدی کے نزدیک راجح معلوم ہوتی ہے۔

احمد رضا خان صاحب بریلوی کا اس موضوع پر باقاعدہ رسالہ ہے جس کا نام کفل الفیقہ الفاہم فی احکام القرطاس والدراہم اس میں انہوں نے یہ ثابت کیا کہ نوٹ مال اور سامان ہے سند دین یا خود ثمن نہیں''

دوسرا مقام

اپنے خود ساختہ موقف اور تحریف کا اعادہ مقالہ نگار نے صفحہ 218 پر بھی ان الفاظ

میں کیا’’جو حضرات کہتے ہیں کہ ’’نوٹ‘‘ عروض اور سامان کے حکم میں ہے، ان کے نزدیک بھی نوٹوں کا تبادلہ بیعِ صرف نہیں، کیونکہ صَرف کے لئے عوضین کا زر (نقد) ہونا ضروری ہے، ان کے ہاں صَرف صرف سونے اور چاندی میں منحصر ہے۔ علمائے ہند میں سے علمائے رام پور اور احمد رضا خان بریلوی صاحب اسی کے قائل ہیں۔‘‘ (زر کا تحقیقی مطالعہ، ص218)

تیسرا مقام

مقالہ نگار نے اپنی سابقہ بات کو ایک اور جگہ ان الفاظ میں دہرایا

’’واضح رہے کہ جن حضرات کے نزدیک کرنسی نوٹ سندِ دین ہے، ان کے نزدیک ملکی کرنسی کا تبادلہ بطورِ بیع درست نہیں، بلکہ بطور عقدِ حوالہ درست ہوگا، تفصیلات گزر چکی ہیں، اور جو حضرات کرنسی نوٹ کو سامان کا درجہ دیتے ہیں، ان کے نزدیک نہ صرف ملکی کرنسی کی بیع درست ہے، بلکہ تفاضل بھی جائز ہے، اور جن حضرات کے نزدیک کرنسی نوٹ سونے چاندی کا قائم مقام اور اس کا بدیل ہے، ان کے نزدیک ملکی کرنسی کی بیع بشرطِ تماثل جائز ہے، اور یہ بیعِ صرف ہے۔ حاصل یہ کہ ملکی کرنسی کے تبادلے میں چار قول ہوگئے: ــــــ ۲۔ ملکی کرنسی کا تبادلہ بطور بیع تفاضلاً بھی درست ہے۔ علمائے رامپور اور مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اس کے قائل ہیں۔ (زر کا تحقیقی مطالعہ، ص225)

مقالہ نگار کا رد

نوٹ صرف مال نہیں بلکہ فلوس کی طرح ثمن اصطلاحی ہے

چونکہ مقالہ نگار نے تین مرتبہ ’’کِفلُ الْفَقِیْہ‘‘ سے متعلق غلط مؤقف بیان کیا لہٰذا ہم بھی ’’کِفلُ الْفَقِیْہ‘‘ کے صرف تین مقامات سے یہ بات واضح کریں گے کہ مقالہ نگار کا مؤقف ہرگز درست نہیں اور مقالہ نگار کو چاہیے کہ ان عبارتوں کو دوبارہ پڑھنے کے بعد ’’کِفلُ الْفَقِیْہ‘‘ سے متعلق اپنے مؤقف کو درست انداز میں پیش کرے۔

سب سے پہلے تو یہ بیان کردوں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے نزدیک نوٹ محض مال یا عروض نہیں۔ نوٹ مال ضرور ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن مال کی چار اقسام ’’کِفلُ الْفَقِیْہ‘‘ کے پہلے ہی سوال کے جواب میں بیان کی گئی ہیں۔ اعلی حضرت امام احمد

رضا خان علیہ الرحمہ کے نزدیک نوٹ عروض کے قبیل سے ہرگز نہیں بلکہ یہ فلوس کی طرح ثمن اصطلاحی ہے۔ مقالہ نگار نے پہلے مقام پر جو چوتھا مؤقف بیان کیا وہی موقف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا ہے۔ نوٹ کی حیثیت کے حوالے سے ''کِفلُ الفَقِیہ'' کی عبارات ملاحظہ ہوں:

(1) پہلا حوالہ

ساتویں سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

واما السابع فاقول: قد اٰذناك انه ثمن اصطلاحی فاستبداله بالثوب لایکون مقایضة بل بیعا مطلقا ولا یتعین النوط بل یلزم فی الذمة کالفلوس

جواب سوال ہفتم۔ فاقول: (میں کہتا ہوں) ہم تمہیں بتا چکے ہیں کہ نوٹ ثمن اصطلاحی ہے تو کپڑے سے اس کا بدلنا مقایضہ نہ ہوگا بلکہ بیع مطلق ہوگا اور خاص کوئی معین نوٹ دینا نہ آئے گا بلکہ پیسہ کی طرح ذمہ پر لازم ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 424، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

علم فقہ سے ادنیٰ ممارست رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ اگر نوٹ کو عرض مانا جاتا تو سامان کی نوٹ کے بدلے خرید و فروخت بیع مقایضہ ہی ہوتی نہ کہ بیع مطلق، حالانکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن واضح الفاظ میں بیان کر رہے ہیں کہ نوٹ کی سامان کے بدلے بیع مقایضہ نہیں کیونکہ نوٹ ثمن اصطلاحی ہے۔

(2) دوسرا حوالہ

نویں سوال کا جواب ''کِفلُ الفَقِیہ''، میں درج ذیل الفاظ میں دیا گیا:

واما التاسع فاقول: نعم یجوز اذا قبض النوط فی المجلس کیلا یفترقا عن دین بدین و تحقیق ذٰلك ان بیع النوط بالدراهم کالفلوس بها لیس بصرف حتی یجب التقابض فان الصرف بیع ماخلق للثمنیة بما خلق لها کما فسره به البحر والدر وغیرهما ومعلوم ان النوط والفلوس لیست کذٰلك وانما عرض لها الثمنیة بالاصطلاح مادامت تروج والا فعروض وبعدم کونه صرفا صرح فی ردالمحتار

جواب سوال نہم۔ فاقول (تو میں کہتا ہوں) ہاں جائز ہے جبکہ اسی جلسہ میں نوٹ پر قبضہ کرلیا جائے تا کہ طرفین دین کے بدلے دین بیچ کر جدا نہ ہوں اور تحقیق اس مسئلے کی یہ ہے کہ نوٹ کی بیع دراہم کے بدلے فلوس کی طرح ہے ایسا عقد بیع صرف نہیں کہلائے گا کہ دونوں طرف کا قبضہ شرط ہو اس لئے کہ صرف اس میں ہوتا ہے جو چیز ثمن ہونے کے لئے پیدا کی گئی ہے اسے ایسی ہی چیز کے ساتھ بیچیں جیسا کہ اسکی یہ تعریف بحر و در وغیرہ میں فرمائی اور معلوم کہ نوٹ اور پیسے ایسے نہیں ان میں تو ثمن ہونا اصطلاح کے سبب عارض ہو گیا جب تک چلتے رہیں ورنہ وہ متاع ہیں اور اس کے بیع صرف نہ ہونے کی ردالمحتار میں تصریح فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 425، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مذکورہ عبارت کے ترجمے کے خط کشیدہ الفاظ قابل توجہ ہیں۔ پہلی عبارت میں کہا گیا کہ نوٹ فلوس کی طرح ہیں جو کہ عروض قرار دینے کا رد ہے اور دوسری عبارت میں بھی واضح لکھا گیا کہ ان میں فلوس کی طرح ثمن ہونا عارض ہے اسی لئے تو انہیں ثمن اصطلاحی کہتے ہیں۔ اگر کوئی حکومت ان کی ثمنیت ختم کر دے تو یہ متاع شمار ہوں گے۔ یہاں بھی نوٹ کا ثمن اصطلاحی اور فلوس کے حکم میں ہونا بیان کیا گیا ہے۔

(3) تیسرا حوالہ

دسویں سوال کا جواب دیتے ہوئے امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے فرمایا

و اما العاشر فاقول: نعم يجوز السلم فی النوط و قد يقال لا يجوز فانه ثمن و لا سلم فی الاثمان كما تقدم عن النهر و التحقيق ان هذا انما يبتنی علی رواية نادرة عن محمد و الا فالمنصوص عليه فی المتون جواز السلم فی الفلوس و انما لا يجوز فی الاثمان الخلقية وهی النقدان لا غير لعدم قدرة العاقدين علی ابطال ثمنيتهما بخلاف الاثمان الاصطلاحية قال فی التنوير و الدر (يصح ای السلم فيما امكن ضبط صفته) كجودته و ردائته (و معرفة قدره كمكيل و موزون و) خرج بقوله (مثمن) الدراهم و الدنانير لانهما اثمان فلم يجز فيها السلم خلافا لمالك (و عددی متقارب كجوز و بيض و فلس الخ

جواب سوال دہم۔ فاقول (تو میں کہتا ہوں) ہاں نوٹ میں بدلی جائز ہے اور کبھی کہا

جاتا ہے کہ جائز نہ ہواس لئے کہ نوٹ ثمن ہے اور ثمن میں بدلی جائز نہیں جیسا کہ نہر سے گزرا، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ قول صرف ایک روایت نادرہ پر مبنی ہے جو امام محمد سے آئی ورنہ متون میں تو یہ نص ہے کہ فلوس میں بدلی جائز ہے ہاں جو ثمن ہونے کے لئے پیدا کئے گئے ان میں جائز نہیں اور وہ صرف چاندی سونا ہے وبس، اس لئے کہ بائع ومشتری ان کی ثمنیت باطل کرنے پر قدرت نہیں رکھتے بخلاف ان چیزوں کے جو اصطلاحاً ثمن قرار پائی ہیں۔ تنویر الابصار اور درمختار میں فرمایا سلم جائز ہے ہر اس چیز میں جس کی صفت کا انضباط ہو سکے جیسے اس کا کھرا اور کھوٹا ہونا اور اس کا اندازہ پہچان سکیں جیسے ناپ اور تول کی چیز، اور یہ جو مصنف نے فرمایا کہ وہ چیز ثمن نہ ہواس سے روپے اور اشرفی نکل گئے اس لئے کہ وہ ثمن ہیں تو ان میں بدلی جائز نہیں امام مالک کا اس میں اختلاف ہے یا گنتی سے بکنے کی چیز ہو تو ایسی ہو کہ اس کے افراد باہم قریب قریب ہوتے ہوں جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے الخ۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 441، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اس عبارت سے بھی صاف واضح ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نوٹ کو فلوس کے حکم میں مان کر ثمن اصطلاحی قرار دے کر اس میں بیع سلم ہونے کے جواز پر وارد شبہات کا جواب دے رہے ہیں اگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نوٹ متاع اور عروض ہی ہوتے تو ان کے سلم قرار دینے میں کیا رکاوٹ تھی۔ وہ تو عمومی عروض میں ویسے ہی جائز تھا۔ یہاں اشکال تو یہ تھا کہ فلوس کے حکم میں مان کر ثمن اصطلاحی قرار دے کر سلم کو جائز کیسے کہا گیا حالانکہ ثمن اصلی یعنی دراہم اور دنانیز میں تو سلم جائز نہیں جس کا جواب آپ علیہ الرحمہ نے دیا۔ واضح رہے کہ یہاں جس جواز کی بات ہوئی ہے وہ دراہم یعنی چاندی کے بدلے کرنسی نوٹ کے سلم کی بات ہوئی ہے نہ کہ نوٹ کے بدلے نوٹ کے سلم کی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مقالہ نگار مولوی عصمت اللہ جو کہ اسلامی بینکنگ اور تکافل کمپنیوں کے جواز پر بھی لٹریچر لکھ چکے ہیں انہوں نے جو موقف امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا وہ جھوٹ پر مشتمل ہے اور خلاف واقع ہے اور انہوں نے کفل الفقیہ کے اصل موقف کو اپنے مقالہ میں جدید موقف کے طور پر ثابت کر کے تحقیق کا سہرا کسی اور کے سر باندھنے اور اس تحقیق کو منظر عام پر لا کر اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی کوشش کی ہے جو ایک بہت بڑی علمی خیانت پر مبنی ہے۔

قسم دوم

مصنف کے دور میں جدید ترقی کے نتیجے میں لین دین کے جدید طریقوں پر فقہی کلام

فقہ المعاملات اور خاص کر فقہ المعاوضات کے تعلق سے امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے زمانے میں درپیش مسائل کو اگر سامنے رکھا جائے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شاید ہی کوئی موضوع ہوگا جس پر فتاوی رضویہ میں کلام نہ کیا گیا ہو درج ذیل سطور میں صرف ایک نمونے کے طور پر 40 ایسے موضوعات کا ذکر کیا گیا ہے جو انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے آغاز پر امت مسلمہ کو درپیش تھے اور فقیہ اعظم امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے ان پر بہت ہی جامع انداز میں فقہی کلام فرمایا۔

1	مالی جرمانے کے احکام	ج5ص111
2	تکیہ کی زمین کرایہ پر دینا	ج9ص479
3	افیون وحشیش کی بیع کا حکم	ج11ص386
4	اینٹوں کو نیلامی میں خریدنا	ج16ص483
5	دیہات کا رائج ٹھیکے کا حکم	ج16ص197
6	کورٹ کے وکیلوں کے برے افعال پر گرفت	ج19ص95
7	تعطیلِ معہود کی تنخواہ کے احکام	ج19ص438
8	تالاب کرایہ پر لے کر اس کی مچھلیاں پکڑنے کے مسئلہ پر شرعی گرفت	ج19ص480
9	دیہاتی بینک کے نام سے موجود ادارے میں انویسٹ کرنا	ج19ص510
10	پراویڈنٹ فنڈ میں کمپنی سے ملنے والی رقم تنخواہ ہی کا حصہ ہے اور ملازم کی ملکیت ہے۔	ج19ص533
11	ڈاک خانے کے مسائل اور منی آرڈر کا حکم	ج19ص564
12	دوامی پٹہ پر لی گئی پراپرٹی کے احکام	ج20ص205
13	کچہری کی طرف سے جبرا نیلام کر کے بیع کرنے کا حکم	ج20ص115
14	چونگی وصولی کی ملازمت کا حکم	ج23ص581
15	قیدیوں کی تیار کردہ اشیا خریدنا	ج23ص596

قسم ثالث

مسلمانوں کی معاشی بہتری وترقی کو سامنے رکھ کر لکھے گئے رسائل

امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ایک فقیہ ہی نہیں ایک مدبر اور مصلح بھی ہیں مسلمانوں کی معاشی تنزلی کو دیکھتے ہوئے آپ نے متعدد فکری رسائل بھی تحریر فرمائے جس میں سرفہرست درج ذیل رسالہ ہے

تدبیرِ فلاح ونجات واصلاح (۱۳۳۱ھ)

نجات اصلاح معاشرہ اور کامیابی کی بہترین تدبیریں

یہ رسالہ فتاوی رضویہ جلد15 کے صفحہ142 پر واقع ہے یہ رسالہ کلکتہ سے ایک سائل جناب حاجی منشی لعل خان صاحب کے ایک سوال کے جواب میں لکھا گیا

سوال یہ تھا کہ ''المؤید کے پرچے برائے ملاحظہ مرسل ہیں، ارشاد ہو کہ آج کل مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے اور امدادِ ترک (سلطنت عثمانیہ کی مدد) کا کیا طریقہ ہو؟'' اس سوال پر جو تاریخ درج ہے وہ ہے مورخہ 19 ربیع الاول 1331ھ یعنی تقریباً 1912 میں یہ سوال اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے کیا گیا۔ جس کے جواب میں آپ نے مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر کرنے کے لئے چار نکاتی معاشی فارمولا بیان کیا۔

اول: باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے۔ یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

ثانی: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹا نک بھر تانبہ کچھ صناعی کی گھڑنت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

ثالث: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بنک کھولتے سود شرع نے حرام قطعی فرمایا مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب کفل الفقیہ الفاہم میں

چھپ چکا ہے۔ان جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اوران کے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اورآئے دن جو مسلمانوں کی جائیدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے اگر بنیوں کی جائیداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنیے تنگے ۔

رابع: سب سے زیادہ اہم سب کی جان سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا نان شبینہ کےمحتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایااوراسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایافانا للہ وانا الیہ راجعون۔ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

دین متین علم دین کے دامن سے وابستہ ہے۔علم دین سیکھنا پھراس پر عمل کرنا اپنے دونوں جہاں کی زندگی چاہتے وہ انہیں بتا دیتا اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہوسخت تنزل ہے جسے عزت جانتے ہواشد ذلت ہے مسلمان اگر یہ چار باتیں اختیار کرلیں توان شاءاللہ العزیز آج ان کی حالت سنبھل جاتی ہے۔

مذکورہ بالا چار نکات کو سمجھنا اتنا مشکل نہیں پہلا اصول بچت کی مہم پر مشتمل ہے دوسرا اصول جہاں کمیونیٹی کو مضبوط کرتا ہے وہیں مسلمانوں کو معاشی طور پر اوپر لے جانے کا ایک اہم سبب بن سکتا ہے یورپی یونین کی ایک مثال ہمارے سامنے ہے کہ ان ممالک نے جب ایک کرنسی اور آپس میں آزاد تجارت اور آزاد ویزہ کی پالیسی اپنائی تو ان کی ترقی بڑھ گئی۔

تیسرا اصول اسلامک بینکاری اور اسلامک طریقے سے مائیکرو فنانس بینکنگ کے نظریے پر مشتمل ہے جس کا خواب امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے 1912 میں دیکھا تھا۔

چوتھا اصول بھی براہ راست معاشیات ہی سے متعلق ہے قرآن مجید فرقان حمید کی اس آیت کی تفسیر ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى

ترجمہ کنز الایمان: اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے

(سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر 124)

یہاں خاص بات یہ ہے کہ ان چار اصولوں کو امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے محض کتاب کے صفحات تک محدود نہیں رکھا بلکہ مسلمانوں کو موٹو (Motto) کے طور پر یہ اصول دے کر ان کا پرچار کرنے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب بیان فرمائی اسی رسالہ میں آپ فرماتے ہیں۔

''اہلِ رائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں ،اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر و قصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کردیں پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجیے۔''

اس رسالہ کی افادیت اور پس منظر پر ماہر معاشیات پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی صاحب سابق چیئرمین بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن حیدرآباد نے ایک عمدہ مقالہ تحریر کیا ہے جو کہ معارف رضا 1414 بمطابق 1993 میں شائع ہوا جس کے بعد یہ مقالہ اسی رسالہ کے آخر میں دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے ''المدینة العلمیة'' نے سال 2001 میں شائع کیا۔

پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی صاحب کے مقالہ سے چند اقتباس درج ذیل ہیں

آپ لکھتے ہیں ''ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

بلاشبہ مومن کے اشارے میں اور مومن بھی کیسا مومن کہ جس کی ہر سانس عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معطر تھی ان اشاروں میں جہاں معنی پوشیدہ ہے اس سے پہلے کہ کسی نکتہ پر بحث کروں بطور تمہید کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں 1331ھ بمطابق 1912 میں جب یہ نکات کلکتہ سے شائع ہوئے برصغیر میں علم اقتصادیات کا مطالعہ عام نہیں تھا دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک مثلاً انگلینڈ امریکہ،فرانس اور جرمنی وغیرہ میں دانشوروں کا ایک مخصوص حلقہ اس علم کے اکتساب کی طرف مائل تھا،معاشیات پر باقاعدہ کتابیں لکھی جاچکی تھیں اور لکھی جارہی تھیں لیکن عوام کی توجہ اور دلچسپی اس مضمون کے متعلق بہت کم تھی۔طلباء اس مضمون کو خشک سمجھ کر اس سے گریز کرتے تھے۔پہلی جنگ عظیم کے بعد اور خاص طور پر 1929-1930 کی عظیم عالمی سرد بازاری کے بعد معاشیات کی اہمیت میں جس تیزی سے اضافہ ہوا وہ اپنی مثال آپ ہے۔امریکہ میں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں معاشیات کے طلباء کی تعداد بہت کم تھی۔خواتین یہ مضمون پڑھنے سے کتراتی تھیں۔لیکن 1940 اور اس کے بعد حالات یک لخت بدل گئے اور معاشیات کے طلباء کی تعداد

میں بے اندازہ اضافہ ہوااور اب تو امریکی ماہرینِ تعلیم اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ پرائمری سطح ہی سے طلباء کو معاشیات کی تعلیم دی جائے۔

بہر حال یہ امر واقع ہے کہ علم اقتصادیات میں عوام اور حکومتوں کی دلچسپی کا آغاز 1929-1930 کی عالمی سرد بازاری کی وجہ سے ہوا۔ کساد بازاری کو قابو میں لانے کے لئے کلاسیکی نظریات موجود تھے لیکن اس عظیم عالمی کساد بازاری نے ان نظریات کو باطل کر دیا اور اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ ایک ایسے نئے نظریہ کی ضرورت ہے جو اس کساد بازاری پر قابو پانے میں مدد دے سکے بالآخر 1932 میں ایک انگریز ماہر اقتصادیات جے ایم کینز J.M.Keynes نے اپنا مشہور زمانہ ''نظریہ روزگار و آمدنی'' پیش کیا جو اقتصادیات کے میدان میں ایک انقلاب کا سبب بنا اس انقلابی نظریہ نے حکومتوں کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اس عالمی سرد بازاری پر قابو پالیں کینز کو ان کی خدمات کے صلہ میں تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا جو کسی بھی انگریز کے لئے اعلیٰ ترین خطاب ہے اور باعث افتخار۔

اس تمہید سے میری غرض صرف اتنی ہے کہ ناظرین یہ ذہن نشین کر لیں کہ جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء 1930 کے بعد سے ہوئی اور یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہ مومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک 1912 ہی میں دکھا دی تھی۔ اگر 1912 سے مولانا احمد رضا خان بریلوی کے نکات پر غور و فکر کیا جاتا اور صاحب حیثیت مسلمانِ ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم ہوتی۔ کینز کو اس کی خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین خطاب مل سکتا ہے اس بنا پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کر لی تھی جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خان بریلوی شائع کروا چکے تھے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرہ برابر توجہ نہ دی (حاشیہ تدبیر فلاح صفحہ 20 تا 27 مطبوعہ المدینۃ العلمیہ)

یہاں قابل ذکر یہ ہے کہ تدبیر فلاح میں موجود نکات کے فالواپ کے طور پر ہمیں مزید رسائل بھی فتاوی رضویہ میں دیکھنے کو ملتے ہیں ان میں سے ایک رسالہ ہے۔

المحجة الموتمنه فی آیة الممتحنة 1339

سورہ ممتحنہ کی آیت کریمہ کے بارے میں درمیانی راستہ

یہ رسالہ فتاوی رضویہ جلد 14 میں موجود ہے اس رسالہ میں کفار کے ساتھ تعلقات اور معاملات

کے احکام بیان کیے گئے ہیں جیسا کہ تدبیر فلاح میں بیان کردہ دوسرے اصول میں مسلمانوں کو آپس میں تجارت کرنے کی ترغیب دی گئی تھی

جبکہ ایک اور رسالہ جو فتاوی رضویہ جلد 23 میں موجود ہے

راد القحط و الوباء بدعوة الجيران و مواساة الفقراء 1312ھ

پڑوسیوں کی دعوت اور فقیروں کی غم خواری کے ذریعے قحط اور وبا کو لوٹا دینے والے اعمال

اس رسالہ میں غریب مسلمانوں کی مدد اور ان کے ساتھ چیرٹی کے کام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ تدبیر فلاح کے تیسرے نکتہ میں تونگر مسلمانوں کو نفع لے کر وسیع پیمانے پر تجارت کی ترغیب اور اسلامک بینک بنانے کا نظریہ بیان کیا گیا جبکہ ''راد القحط'' میں صدقہ اور خیرات کے ذریعے ان کی معاشی بہتری کی ترغیب موجود ہے۔

قسم رابع

مصنف کے دور میں عام فقہ نوازل پر لکھے گئے تفصیلی رسائل یا مختصر جوابات

ہر دور میں نت نئے مسائل پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ فقہاء عصر کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ان حدوث پذیر مسائل اور نوازل پر حکم شرع بیان فرمائیں۔ رونما ہونے والے مسائل ایک جیسے نہیں ہوتے کچھ وہ ہوتے ہیں کہ معاملہ کی حقیقت و ماہیت جان کر ہی حکم شرع لگایا جاتا ہے اور کچھ وہ ہوتے ہیں کہ جن کا حل صرف فقہی جزئیات کے گرد گھومتا ہے۔ پہلی قسم کے مسائل زیادہ مشکل واقع ہوتے ہیں کہ اس میں دونوں ہی کام کرنے پڑتے ہیں۔ اعلی حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ نے ہر دو قسم کے وقوع پذیر معاملات پر فتاوی اور مستقل رسائل تصنیف فرمائے۔ یہاں صرف 10 اہم رسائل سے متعلق تبصرہ و تعارف بیان کیا جا رہا ہے۔ جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فقہ المعاملات میں امام اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ نے کس قدر قیمتی سرمایہ ہمارے لئے چھوڑا ہے۔

(1)

الكشف الشافيا حكم فونوجرافيا 1328ھ

فونوگراف (گراموفون) کے حکم کے بارے میں تسلی بخش وضاحت

یہ رسالہ فتاوی رضویہ جلد 23 میں موجود ہے فونوگراف تازہ تازہ ایجاد ہوا تھا میوزک

اسی کے ذریعے سنا جاتا تھا اب مسئلہ یہ درپیش ہوا کہ آیا فونوگراف میں قرآن کریم ریکارڈ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس معاملہ کو ذریعہ روزگار بنانے کا کیا حکم ہوگا؟ ساتھ ہی ساتھ اس آلہ کے ذریعے گانے باجے سننے کا حکم بھی پوچھا گیا۔

اس سوال کے جواب میں امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے جو رسالہ تصنیف فرمایا وہ حقیقت تک رسائی کی ایک بے نظیر مثال ہے آپ رضی اللہ عنہ اس رسالہ میں فقیہ کم سائنس دان اور متکلم زیادہ نظر آتے ہیں سب سے پہلے صوت یعنی آواز کی حقیقت پر اعلی درجے کا کلام کرتے ہیں دیگر ابحاث کے بعد فونوگراف کے اجزاء ترکیبی پر گفتگو کرتے ہیں اور اس کی پلیٹوں پر الکحل اور اسپرٹ کی آمیزش پائے جانے کے احتمال پر تفصیلی کلام کرتے ہیں اس کے بعد سب سے آخر میں فتاوی رضویہ ص 467 پر جو خلاصہ جواب بیان فرمایا وہ مختصر انداز میں کچھ یوں ہے۔

تین چیزیں ہیں: ممنوعات، معظمات، مباحات

اول کا سننا مطلقاً حرام و ناجائز اور فونو سے جو کچھ سنا جائے گا وہ بعینہ اسی شئی کی آواز ہوگی جس کی صوت اس میں بھری گئی مزامیر ہوں خواہ ناچ خواہ عورت کا گانا وغیرہ اصل کا جو حکم تھا بے تفاوت سر مو اس کا ہوگا۔ الخ

دوم بھی مطلقاً حرام و ممنوع ہیں اگر گلاسوں پلیٹوں میں کوئی ناپاکی یا جلسہ لہو ولعب کا ہے تو تحریم سخت ہے اور خود سننے والوں کی نیت تماشا ہے تو اور بھی سخت تر خصوصاً قرآن عظیم میں اور اگر ان سب سے پاک ہو تو ان کے مقاصد فاسدہ کی اعانت ہو کر ممنوع ہے۔ الخ

سوم میں تفصیل ہے اگر پلیٹوں میں نجاست ہے تو حروف وکلمات کا ان میں بھرنا مطلقاً ممنوع ہے کہ حرف خود معظم ہیں۔ اور اگر نجاست نہیں یا وہ کوئی جائز آواز بے حروف ہے تو جلسہ فساق میں اسے سننا اہل اصلاح کا کام نہیں کہ انہیں اہل باطل سے اختلاط نہ چاہیے اور اگر تنہائی یا خاص صلحاء کی مجلس ہے تو کوئی وجہ منع نہیں۔

(2)

حقة المرجان لمهم حكم الدخان 1307

حقہ کے ضروری احکام

فقہ المعاملات میں ایک چیز بڑی اہم ہے وہ یہ کہ جس چیز کا استعمال کرنا جائز نہ ہو اس

کی خرید وفروخت بھی جائز نہ ہوگی۔حقہ پینا اور تمبا کو کھانا کیسا؟ حرام ہے یا مکروہ؟ یہ سوال امام اہل سنت رضی اللہ عنہ سے ہوا اس کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا آپ نے جواز کا حکم بیان کرتے ہوئے منہ میں بو کے تعلق سے کچھ ممانعت کے مواقع بھی بیان فرمائے۔امام نابلسی اور علامہ اجھوری مالکی کی تمبا کو پر لکھی گئی جواز پر کتب کو بھی آپ ذکر فرماتے ہیں۔اس رسالہ کی اہمیت کا ایک سبب یہ ہے کہ آج بھی عرب کے وہابیہ سگریٹ پینے کو حرام قرار دیتے ہیں. ملاحظہ ہو مجموع فتاوی ومقالات بن باز (8/98 مطبوعہ دار القاسم للنشر ریاض) بلا شبہ حرام قرار دینے کا موقف غلو پر مبنی ہے اس کے برخلاف اس موضوع پر امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے جو لکھا وہ تحقیق اور اعتدال پر مبنی ہے۔

(3)

الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روس 1303

یہ رسالہ شکر روسر کے طالب (حکم شرعی) کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے

عصر حاضر میں دو معاملات بہت شائع وذائع ہیں پہلی بات یہ ہے کہ یا تو کسی پروڈکٹ یا پھر کسی کمپنی کے بارے میں سوشل میڈیا پر مبہم مہم چل رہی ہوتی ہے کہ اس کمپنی کی چیزوں میں یا کسی خاص پروڈکٹ میں حرام چیز کی آمیزش ہے اور اس طرح کی مبہم مہم کا اکثر اوقات نہ سر ہوتا ہے نہ پاؤں بس سنی سنائی باتوں کو آگے بڑھانے کا معاملہ ہوتا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ بہت ساری چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں یقینی طور پر حرام چیزوں کی آمیزش ہوتی ہے بالخصوص غیر مسلم ممالک میں ایسی چیزیں بکثرت دستیاب ہیں اور خود بنانے والوں کو بھی اس کا اعتراف ہوتا ہے۔آج کے دور میں خرید وفروخت کرنے والے گاہک ہوں یا کہ مال بیچنے والے تجار ''**حلال فوڈ**'' یا ''**حلال پروڈکٹ**'' ایک ایسا عمومی موضوع ہے جس کی تفصیل ہر کوئی جاننا چاہتا ہے۔

''**حلال پروڈکٹ**'' کا موضوع آج کے دور میں کتاب الطہارت کا موضوع نہیں رہا بلکہ فقہ المعاملات کا حصہ بن چکا ہے چاکلیٹ سے لے کر گوشت تک ہزاروں مصنوعات سے متعلق یہ موضوع زیر بحث آتا ہے۔اس موضوع پر امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے بہت ہی تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک موقع پر سوال

پوچھا گیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ روسر کی شکر کو ہڈیوں سے صاف کیا جاتا ہے اور ان ہڈیوں میں گوشت یا چکنائی بھی رہ جاتی ہوگی پھر یہ ہڈیاں حلال جانور کی ہوتی ہوں گی یا حرام جانور کی دونوں ہی احتمالات موجود ہیں سائل نے یہ بھی ذکر کیا کہ سنا ہے کہ اس میں شراب بھی ڈالی جاتی ہے۔اس سوال کا جواب ایک صفحہ میں بھی دیا جا سکتا تھا لیکن امام اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ کی نظر فراست، معاملہ کی وسعت، سنگینی اور اہمیت کو دیکھ رہی تھی۔اس کے جواب میں آپ ایک مستقل تحقیقی رسالہ تصنیف فرماتے ہیں جو کہ فتاوی رضویہ جلد 4 کے صفحہ 473 تا 593 تک موجود ہے اس رسالہ کا 90 فیصد سے زائد حصہ مسئلہ کے جواب کی بنیاد بننے والے مقدمات پر مشتمل ہے ۔امام اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ نے پہلے 10 مستقل مقدمات قائم فرما کر مختلف زاویوں سے اس مسئلہ پر فقہی بحث فرمائی اور مسئلہ سے متعلق اہم ترین اصولوں، ضابطوں، نظائر اور جزئیات کو یکجا کیا۔معاملہ یہ ہو کہ بازاری افواہ پر حلال وحرام کی بنیاد ہوگی یا نہیں یا پھر یہ معاملہ ہو کہ کافر و مستور کی حلت وحرمت اور طہارت ونجاست اور احکامِ دینیہ کے تعلق سے کافر کی خبر معتبر ہوگی یا نہیں۔پھر ظن کے مدارج پر دقیق بحث ہو یا کہ اصل اشیاء میں طہارت و پاکی کا اصول ہو۔سب باتیں اس رسالہ میں زیر بحث لا کر امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے بالخصوص مزاج شریعت پر بہت تفصیل سے کلام فرمایا مثلاً کسی چیز کو حرام کہنے میں احتیاط نہیں بلکہ بلا تحقیق کسی چیز کو حرام کہنا شریعت پر افتراء ہے۔یونہیں ورع اور تقوی کے نام پر پیچیدگی پیدا کرنے والوں پر بھی سخت کلام موجود ہے

امام اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ رسالہ دراصل حلال فوڈ اور حلال پروڈکٹ کے علم پر مہارت حاصل کرنے کا ایک بہترین نصاب ہے اور اس قسم کا مسئلہ حل کرنے کا یہ رسالہ ایک عمدہ ماڈل ہے۔امام اہل سنت رضی اللہ عنہ خود اس رسالہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں

''فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے ان مقدماتِ عشرہ میں جو مسائل و دلائل تقریر کیے جو انھیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس قسم کے تمام جزئیات مثلاً بسکٹ، نان پاؤ رنگت کی پڑیوں، یورپ کے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔غرض ہر جگہ کیفیتِ خبر وحالتِ مخبر و حاصلِ واقعہ وطریقتِ مداخلت حرام ونجس وتفرقہ ظن ویقین و مدارجِ ظنون و ملاحظہ ضابطہ کلیہ و مسالکِ ورع و مداراتِ خلق وغیرہا امورِ مذکورہ کی تنقیح ومراعات کرلیں پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی

جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریرِ سابقہ سے واضح نہ ہو جائے۔''

اس پیراگراف میں دو باتیں بہت اہم ہیں ایک یہ کہ مختلف اقسام کی پروڈکٹ پر حکم لگانا آسان ہے اور دوسری چیز یہ کہ کیا کیا چیزیں سامنے رکھ کر حکم لگایا جائے گا۔ دوسری چیز بہت اہم ہے ورنہ بعض اوقات اچھا خاصہ سمجھدار آدمی بھی خطا کر جاتا ہے کچھ عرصہ قبل کیو ٹی وی پر ایک مفتی صاحب کے دیئے گئے جواب کا کلپ سننے کو ملا جس میں وہ مشینی ذبیحہ کے پس منظر میں یہ حکم لگا رہے تھے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہوتی ہے اور تحقیق و تفتیش میں پڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا یہ ان کی خطا تھی اس سے ان کو رجوع کرنا چاہیے اشیاء میں اصل اباحت ہی ہوتی ہے لیکن کم از کم دو چیزوں کا فقہاء نے استثناء فرمایا ہے ایک فروج اور دوسرا گوشت کہ ان کے اندر اصل حرمت ہے اسباب حلت پائے جائیں تو حلال ہونے کا حکم ہوگا ورنہ نہیں۔

(4)

خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال (۱۳۱۸ھ)

کمانے اور سوال کرنے کے بیان میں بہترین تحقیقی نتیجہ

کسب و معاش سے ہر آدمی متعلق ہے اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح معاملات میں بھی شریعت نے اخلاق و آداب سکھائے اور مختلف احکام بتائے ہیں ویسے تو کسب و معاش کو محض ایک دنیاوی کام سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں کسب و معاش کبھی فرض اور واجب بھی ہوتے ہیں سنت اور مستحب کے درجہ میں بھی پہنچتے ہیں۔ لیکن ہر کسب عبادت نہیں اور نہ ہر کسب حلال ہے اس کے بھی مختلف درجے ہیں اور مختلف احوال ہیں ویسے تو عمومی طور پر اس کے احکام کتب فقہ میں ملتے ہیں اور بعض علماء نے اس عنوان پر مستقل کتب بھی تصنیف کی ہیں۔

اس موضوع پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بھی قلم اٹھایا اور ایک عمدہ رسالہ تصنیف فرمایا ہے جو کہ فتاوی رضویہ جلد 23 میں موجود ہے۔ جب کسی مسئلہ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بطور خاص اہتمام اور رسالہ کی صورت میں تحریر فرماتے ہیں تو اس کے پیچھے ایک خاص مقصد ہوتا ہے کیونکہ یہ محقق اعظم محض مصنف کہلانے کے لئے کتب یا رسائل تحریر نہیں فرماتے اور نہ کتاب بنانے کے لئے یہاں وہاں کی لے کر کتاب لکھ دیتے ہیں۔ بلکہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے پیش نظر اپنے منصب کے اعتبار سے مختلف اہداف ہوتے ہیں ان میں سے

ایک ہدف مسئلہ کی تنقیح اور غیر مربوط صورتوں کو ایک لڑی میں پرو کر پڑھنے والوں کو سینکڑوں کتب میں بکھرے ہزاروں صفحات کے کھنگالنے سے بے نیاز کر دینا ہے۔ جی ہاں اس مسئلہ میں بھی ایسا ہی ہوا سوال تو بڑا ہی سادہ سا ہوا تھا کہ ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روپیہ کمانا کس وقت فرض ہے، کس وقت مستحب، کس وقت مکروہ، کس وقت حرام، اور سوال کرنا کب جائز ہے کب ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔''

لیکن اس کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مربوط اور تحقیقی جواب دیا وہ کسی اور کتاب میں نہیں ملے گا۔ ذیل میں ہم اس رسالہ کا کچھ پس منظر اور خلاصہ بیان کریں گے لیکن اس سے پہلے یہ بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں کہ جو بات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس رسالہ میں بیان کر رہے ہیں وہ کسب و معاش کے معاملے میں ایک اعتدال کی راہ ہے اور معاشی میدان میں مسلمان اگر ان امور اور بیان کردہ اصولوں کو سامنے رکھیں تو انہیں ہر میدان میں کامیابی نصیب ہوگی۔

رسالہ کی ابتداء و انتہا

آپ سے سوال کیا گیا کہ روپیہ کمانا کس وقت فرض ہے، کس وقت مستحب، کس وقت مکروہ، کس وقت حرام، اور سوال کرنا کب جائز ہے کب ناجائز ہے؟ تو اس کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے پہلی سطر یہ لکھی کہ ''یہ مسئلہ بہت طویل الذیل ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار، یہاں اس کے بعض صور وضوابط، پر اقتصار۔''

اس رسالہ کے اختتام پر آپ نے درج ذیل کلمات ارشاد فرمائے

''یہ تقریر منیر حفظ رکھنے کی ہے کہ اوّل تا آخر اس تحقیق جمیل وضبط جلیل کے ساتھ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گی''

(5)

الشرعة البهية فی تحدید الوصية 1317ھ

کشادہ راستہ وصیت کی جامع و مانع تعریف کے بیان میں

رنگون سے شیخ عبد العزیز نے امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک

استفتاء ارسال کیا جو فتاوی رضویہ کے تقریباً ساڑھے پانچ صفحات پر مشتمل ہے یہ سوالنامہ بہت سارے علمی مسائل پر مشتمل تھا ساتھ ہی ساتھ کچھ عبارات اور جزئیات لکھ کر اشکالات بھی پیش کیے گئے تھے۔ خود نفس وصیت کا معاملہ بھی بہت پیچیدہ تھا۔ اور سوال کا اصل مقصود حق غیر میں کوتاہی لازم نہ ہو جائے یہ جاننا تھا۔ یہ استفتاء 8 سوالات پر مشتمل تھا۔

پہلا سوال وصیت کے نفاذ کے متعلق تھا کہ وہ واجب ہے یا نہیں؟

دوسرا سوال یہ ہوا کہ کل مال کے منافع کی وصیت کی ہے کسی خاص جزء کی نہیں تو اس سے وصیت پر کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟

تیسرا سوال وصیت کے الفاظوں سے متعلق تھا۔ سائل کا مدعی اس کے الفاظوں سے استثناء ثابت کرنا تھا اور اس سے وصیت پر کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟ اصل مقصود یہ پوچھنا تھا۔

چوتھا سوال بڑا ہی دلچسپ ہوا کہ وصیت کا تعلق فقہ المعاملات سے ہے یا نہیں؟

پانچواں سوال وصیت کو بیع پر قیاس کرتے ہوئے تیسرے سوال پر ایک تفریع جاری کرنے سے متعلق تھا جس کا بہت تفصیلی رد آپ نے فرمایا اور سائل کو بیان کیا کہ بیوع میں شروط ضرر فساد کا سبب بنتی ہیں لیکن وصیت پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

چھٹا سوال کچھ فقہی اشکالات اور حدیث پاک کو سامنے رکھ کر صورت مسئولہ کی وصیت کو باطل کرنے سے متعلق تھا جس کو امام اہل سنت نے باطل نہ ہونا شمار کیا اس جواب میں امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے وصیت کی دو حیثیتوں پر بہت تفصیل سے گفتگو کی یعنی ایک تملیک دوسری قربت۔

ساتواں سوال یہ ہوا کہ وصیت کی بعض صورتوں پر عمل کریں بعض پر نہیں تو کیا کوئی خلل آئے گا امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے خلل نہ آنا بیان کیا۔

آٹھواں سوال وصی سے متعلق ہوا کہ صغیر ورثاء کے سہام کو بعینہ رکھنا ہوگا یا کہ ان کا بیچنا جائز ہے؟ امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں جائیداد منقولہ کے فروخت پر رخصت و جواز بیان کیا اور غیر منقولہ پر ضروری قیود کے ساتھ جواز اور عدم جواز کی دو صورتیں بیان فرمائیں۔

تبصرہ

وصیت عقود تبرعات میں سے ایک اہم عقد شرعی اور فقہ المعاملات ہی کا ایک حصہ ہے۔امام اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ کا رسالہ جہاں وصیت کی بنیادی ابحاث پر مشتمل ہے وہیں اس باب کی نوازل فقھیہ کوحل کرنے کی بہت عمدہ مثال ہےاور خاص کر جب سوالات مختلف معارضوں کوقائم کرتے ہوئے اورمختلف جزئیات کو بنیاد بناتے ہوئے کیے گئے تھے تو اب درست مؤقف کی دلائل کے ساتھ وضاحت بہت ضروری تھی۔اس رسالہ کے اندر امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے جو کلام فرمایا نفس سوالات کے جواب کے ساتھ ساتھ بہت سارے فقہی افادات پر مشتمل ہے مثلاً اسی پیراگراف کو دیکھ لیں کہ اتنے شاندار انداز میں عقود کی تقسیم بندی جو آپ نے بیان فرمائی ہے وہ آپ کی فقہ المعاملات میں مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہےفرماتے ہیں:

"تقسیمِ عبادات و معاملات میں عبادات سے مطلقاً حقوق اللہ مراد ہوتے ہیں خواہ عبادات محضہ ہوں جیسے ارکان اربعہ یا قربات محضہ جیسے عتق و وقف حتی کہ نکاح بھی خواہ عبادت یا قربت مع معنیٰ عقوبت جیسے کفارات اور معاملات حقوق العباد ہیں۔مثل بیع و اجارہ وھبہ واعارہ وغیرہ اور یہاں نظر مقصود اصل کی طرف ہے۔اصل مقصود تقرب الی اللہ ہےتو عبادت ہے یا مصالح عبادتو معاملہ ۔۔پھر وصیت دوقسم ہے ایک تملیک مثلاً زید یا عمرو یا ابنائے فلاں وغیرہم معین ومحصور اشخاص کے لئے یہ صورت اغنیاء وفقراء سب کے لئے ہوسکتی ہےصورت اولی معاملات سے ہے مثل ھبہ اور ثانیا عبادات سے مثل صدقہ دوسری قربت بلا تملیک مثل وصیت بوقف وعتق و دیگر اعمال، پھر وصیت برائے ارباب حاجت غیر محصورین بوجہ عدم انحصار تملیک نہیں ہوسکتی یہ صرف قربت و از قبیل عبادات ہے۔"

اس رسالہ میں اسی طرح کے مزید بہت سارے علمی نکات ہیں جو فن فقہ سیکھنے والوں کے لئے بیش بہا خزانہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(6)

اجود القری لطالب الصحة فی اجارة القری 1302

دیہات کے ٹھیکہ کی صحت کے طلبگار کیلئے بہترین مہمانی

امام اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ سے اجارہ سے متعلق ایک سوال کیا گیا جس میں سائل نے جوصورت بیان کی اس کے مطابق وہ صورت شائع وذائع ہے یعنی اس کا خوب رواج ہے صورت یہ تھی کہ زمین اولاً مزارع کرایہ پر لیتے تھے پھرایک اور کرایہ داری کا معاملہ اسی پر ہوتا کہ کسی اور ٹھیکیدار کواس کی آمدنی کرایہ پر دے دی جاتی یہ ایک ناجائز صورت تھی امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے عقد اجارہ کے اصولوں کی روشنی میں اس کا تفصیلی جواب عطا فرمایا۔اجارہ کے نوازل کے تعلق سے یہ ایک عمدہ رسالہ ہے۔

(7)

جوال العلو لتبین الخلو 1336

مسئلہ خلو کی وضاحت کے لئے بلندی گردش

ہمارے دور میں پگڑی سسٹم پر خرید وفروخت عام معمول سے ہٹ کر ایک طریقہ کار ہے جس پر ہمیشہ ہی فقہی کلام ہوتا رہا ہے کیوں کہ یہ طریقہ کار فقہی ضابطوں پر پورا نہیں اترتا۔پرانے زمانے میں خلو ایک طریقہ کار ہوتا تھا جس میں کچھ اسباب پر اجرت پر جائیداد لینے والے کے لئے ابقائے دائمی کا حق تسلیم کیا جاتا تھا۔یعنی اس شخص سے مالک یہ جگہ حاصل نہیں کرسکتا تھا یہ طریقہ کار فقہ حنفی کے اصولوں کے خلاف تھا امام اہل سنت رضی اللہ عنہ سے پانچ سوال پر مشتمل ایک استفتاء میں اس کی تفریعات پر سوال کیا گیا جس کے جواب میں امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے جوابحاث فرمائیں وہ وقف،اجارہ اور حقوق مجردہ کے باب میں بہت ہی اہم نکات پر مبنی ہیں۔

(8)

فتح الملیك فی حکم التملیك 1308

ربّ العزت کی کی طرف سے تملیک کے حکم میں ملنے والا شرح صدر

اس رسالہ میں ھبہ کے سببِ ملکیت بننے، دستاویز لکھنے سے ھبہ کے ثابت ہونے، ھبۂ مشاع، تملیک کے لفظ کے اطلاقات جیسی معرکۃ الآراء ابحاث شامل ہیں یہ رسالہ بھی فقہ المعاملات میں ایک اہم ذخیرہ ہے۔

(9)

الرمز المرصف علی سوال مولینا السید آصف 1339

مولانا سید آصف کے سوال پر مضبوط اشارہ

اس رسالہ میں کانپور کے مولانا آصف نے امام اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ سے جوسوالات بالخصوص کفار کے ساتھ معاملات اور لین دین کے تعلق سے کئے تھے ان کا جواب دیا گیا ہے۔اس رسالہ میں کفار کے ساتھ بیع وشراء کرنے، اجارہ کرنے، کافر طبیب سے علاج کروانے جیسے معاملات پر تفصیلی انداز میں فقہی گفتگو کی گئی ہے۔

(10)

عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی 1334

بچے کے حاصل کردہ پانی کے احکام سے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا عطیہ

اسلامی معاشیات میں نظریہ تملیک کو بڑی اہمیت حاصل ہے اقتصاد اسلامی کی شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جس میں اسباب تملیک اور ملکیتِ فرد پر متفرع ہونے والے مسائل واحوال سے گفتگو نہ کی جاتی ہو۔

عمومی طور پر کتب میں اس حوالے سے صرف تعارف اور چند موٹی موٹی ابحاث ہی موجود ہوتی ہیں۔جن میں زیادہ تر تعریف واقسام اور اسباب ملکیت ہی بیان کیے جاتے ہیں۔اور ایک عام اسکالر یہی بیان کرسکتا ہے لیکن نظریہ تملیک اور اس کی تفریعات

اور ثمرات کو اگر کوئی گہرائی سے دیکھنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ فتاوی رضویہ میں موجود عطاء النبی لافاضۃ احکام الصبی رسالہ کا مطالعہ کرے جو کہ فتاوی رضویہ جلد دوم رضا فاؤنڈیشن کے صفحہ 494 تا 545 پر موجود ہے۔

اس رسالہ کا محور تو اگرچہ نابالغ کی تملیک پر متفرع ہونے والے مسائل ہیں۔ نابالغ کی ملک کی حفاظت کو قرآن کریم نے کئی مقامات پر تاکید سے بیان کیا ہے۔ وہاں اگرچہ کہ یتیم مراد ہے کہ جس کا والد انتقال کر جائے اسے نابالغی کی عمر تک یتیم کہا جاتا ہے لیکن جس نابالغ کے والد زندہ ہوں شریعت نے ان والدین کے لئے بھی نابالغ کے بہت سارے اہم مسائل بیان کیے ہیں۔ ایسا نہیں کہ نابالغ کی ملکیت پر انہیں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اختیار ہو۔ چونکہ اس مسئلے میں بے احتیاطیاں زیادہ تھیں اور فقہی طور پر کئی باتیں قابل وضاحت و تنقیح تھیں اسی لئے قدرے تفصیل سے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا گیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی رسالہ دراصل ایک اور رسالہ کا ذیلی رسالہ ہے جس کا نام ''النور والنورق لاسفار الماء المطلق'' (1334) ہے اور اس میں اعلی حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ نے وضوء کے تعلق سے پانی کی ماہیت، مائے مطلق اور پانی کی اقسام پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ اس میں سے قسم اول اس پانی کے بیان میں ہے جس سے وضو صحیح ہے اور اس مقام پر 452 سے لے کر 596 تک پانی کی 160 اقسام بیان کیں کہ جن سے وضوء جائز ہے۔ اور اس کے ضمن میں درجنوں فقہی ابحاث اور کثیر ضوابط کا افادہ کیا۔

تبصرہ بر مقصود

چونکہ اصل رسالہ وضو ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے پانی کی اقسام پر تھا ایسے میں یہ بحث بھی آئی کہ وہ پانی جو ملکِ غیر ہو اس کے کیا احکام ہوں گے ایسے پانی سے وضو ہو جائے گا یا نہیں؟ ویسے تو ملک غیر کا معاملہ ایک سادہ سی بات تھی کہ اس کی اجازت سے وضو جائز اور اجازت نہ ہو اور غصب کا پانی ہو تب بھی وضو تو ہو جائے گا لیکن فعل اور پانی میں تصرف کرنا ناجائز رہے گا اور ایسے پانی کا تاوان دینا ہوگا۔ لیکن یہ سادہ سا معاملہ اس وقت

طوالت اختیار کر گیا جب یہ بحث چھڑی کہ نابالغ جو کہ اپنی ملکیت کو ہر صورت میں منتقل کرنے کا مجاز نہیں اور جو چیز اس کی ملکیت میں ہو اس سے کس حد تک استفادہ ممکن ہے؟ اور چونکہ نہروں ندی نالوں کا پانی مباح ہوتا ہے جو قبضہ کر لے اس کی ملکیت میں چلا جاتا ہے لھذا نابالغ کے ان جگہوں سے بھرے ہوئے پانی سے وضوء کرنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

یہ وہ پس منظر ہے جو ایک علمی تحقیق کو سامنے لے کر آیا اور نظریہ ملکیت کو سامنے رکھ کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اس پر وہ تفصیلی کلام کیا کہ ایسا جامع کلام کہیں نہ ملے گا۔

قسم خامس

مصنف کے بیان کردہ وہ ضابطے اور تحقیق جو اکیسویں صدی کے جدید معاشی مسائل کا بہترین حل ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے فقہ المعاملات میں جو خدمات انجام دیں اپنے فتاوی اور رسائل میں جو عرق ریزی بیان کی وہ معاصر فقہاء کے لئے کس کس انداز سے فائدہ مند ہے اس کا ایک بہت ہی مختصر جائزہ ملاحظہ ہو۔

(1) مذہب حنفی میں رہتے ہوئے فقہ المعاملات کا حل ممکن ہے

آج کے دور کی ترقی صرف سائنس اور مادی چیزوں تک ہی محدود نہیں بلکہ دینی میدان میں بہت نت نئے تخیلات اور تجربات بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی ایک سے بڑھ کر ایک مشکل مسئلہ درپیش ہوا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ حنفی میں رہتے ہوئے ان تمام مسائل کا حل بیان فرمایا۔ منی آڈر کے مسئلہ کی مثال ہمارے سامنے ہے جب اصل پیچیدگی بظاہر یہی تھی کہ ڈاکخانہ میں جمع شدہ رقم کے ضائع ہونے پر تاوان کیسے ممکن ہے؟ لیکن امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے فقہی تنقیح کے ذریعے اس مسئلہ کو حل فرمایا۔

آج ہمارے زمانے میں بھی ایک سے بڑھ کر ایک مسئلہ درپیش ہے لیکن کمی ہے تو

ہمت کی اور اسلاف کے دامن کو سختی سے تھامے رہنے کی۔ فقہ حنفی کوئی جمود مذھب نہیں اس کے قواعد، فروع اور نظائر و جزئیات کی روشنی میں ہر چیز کا حل موجود ہے

(2) امام اہل سنت کے تحقیقاتی افادات سے فائدہ اٹھانا

موجودہ دور میں بالخصوص کمپنی کے وجود پر سب سے زیادہ اشکال شخص قانونی کے مسئلہ پر تھا لیکن اگر دیکھا جائے تو امام اہل سنت اس مسئلہ کی طرف صراحت سے نہ سہی لیکن اشارۃ کلام فرما چکے ہیں چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ''بینک پر جمع رقم بینک پر دین ہے'' فتاوی رضویہ جلد 16 صفحہ 244

یونہیں المنی والدرر میں ڈاکخانہ کو اجیر مشترک کی دکان قرار دینا بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ کے سامنے ان اداروں کی جو حیثیت تھی وہ ایسی تھی جو لین دین کرنے کے مجاز ہیں یعنی شخص قانونی ہیں۔ یہ تو فقط ایک مثال ہے اور اس مختصر مقالہ میں تفصیل کی گنجائش بھی نہیں خاص طور پر محققین کے لئے قسم خامس ایک بہت وسیع موضوع ہے اور امام اہل سنت کی تحقیقات کے اصولوں کو جدید مسائل کے فقہی حل کے طور پر سامنے لانے کی وسیع گنجائش موجود ہے۔

(3) تدبیر فلاح کی روشنی میں اسلامک فنانس پروگراموں کا فروغ

کہنے کو تو پاکستان اور کئی ممالک میں اسلامک بینک کے نام سے بہت سارے ادارے قائم ہو چکے ہیں لیکن ان کی عملی غلطیاں دیگر کئی امور دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ یہ کمرشل ادارے ہیں بلکہ عرب امارات میں تو ایک جگہ یہ بھی دیکھنے کو ملا کہ غیر مسلم تک بہت اعلی عہدوں پر فائز ہو کر اسلامی بینک میں کام کر رہے تھے۔ امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے ایسے کسی اسلامی بینک کا خواب نہیں دیکھا تھا۔ جو تفصیلات معلوم ہوتی ہیں ان کی رو سے بینک انتظامیہ بہت سارے معاملات کو اپنے ایڈوائزر مفتیان کرام سے چھپانے کی کوشش کرتی ہیں اور ہر غلطی پر ایڈوائزر مفتی صاحب کی عملی گرفت بھی ممکن نہیں کہ نظام بہت وسیع ہوتا ہے۔ پاک کویت تکافل کمپنی اس وقت مالی بحران کا شکار ہو کر بند ہونے کے قریب

ہے وجہ یہ رہی کہ اس کی انتظامی کمزوریاں بڑھ چکی تھیں ایس ای سی پی کی ویب سائٹ پر میں نے خود ایک فیصلہ پڑھا تھا جو اس کمپنی کی غلط آڈٹ رپورٹ کے بارے میں تھا یہاں تک کہ کلیم پہلے ادا ہوا اور حادثہ بعد میں اس طرح کے معاملات بھی تھے۔حالانکہ شرعیہ بورڈ تو اس کمپنی کا بھی موجود تھا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان مختلف سطح پر اس انداز کی انجمن یا فورم بنائیں جن کا مفاد کمرشل ازم نہ ہو اور امیر لوگ غرباء کو قرض حسنہ دیں یا کم نفع لے کر مائیکرو فنانس کے ذریعے ان کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کریں۔تجار اپنی مارکیٹ کی سطح پر فنڈ جمع کر کے آگ لگ جانے یا بڑے نقصان کی تلافی پر کسی مسلمان کی مدد کا بندوبست کر سکتے ہیں ۔یونہیں مختلف قسم کی برادریاں علماء کی رہنمائی میں غریب اور نادار لوگوں کی مدد کے لئے فنڈ جمع کر کے مدد کر سکتی ہیں۔پاکستان میں سیلانی ویلفیر مسلمانوں کی مدد کرنے کا ایک بہت عمدہ ماڈل ہے گو اس ادارے میں بھی کئی امور قابل اصلاح ہو سکتے ہیں لیکن ان کی خدمات بہت عمدہ ہیں۔یونہی انویسٹ کے لئے بینکوں سے رجوع کرنے کے بجائے مضبوط علماء سے رہنمائی لے کر آپس میں ہی مضاربت و شراکت کے ذریعے جائز نفع کی صورت کو فروغ دیا جانا ہمیں کمرشل اداروں سے بے نیاز کر سکتا ہے۔کفل الفقیہ الفاہم میں امام اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ نے سود سے بچنے کے حیلوں کو بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے ان طریقوں کو اپنا کر سود سے بچنا ممکن ہے۔

(4) امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے منہج تحقیق کی پیروی راہ اعتدال کا سبب بنی رہے گی

تحقیق ایک ذوق کا نام ہے ایک محقق کسی نہ کسی طریقہ کار کو فالو کرتا ہے یہ ایک بہت ہی بنیادی چیز ہے امام اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ کے منہج تحقیق کو اگر دیکھا جائے تو کیسا ہی دشوار اور مشکل مسئلہ ہو وہ حل کیا جا سکتا ہے۔امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے اہم اجزاء و عناصر درج ذیل خصوصیات سے خالی نہیں ہوتے ان چیزوں کو اپنا کر مشکل

مسائل کا حل ممکن ہے۔

1۔ جس مسئلہ سے متعلق سوال ہے اس کی پوری تحقیق

یعنی تحقیق صرف جواب ہی میں نہیں ہوتی بلکہ خود سوال کی تحقیق بھی ضروری ہوتی ہے اور اسی پر اصل مقصود یعنی حکم شرع کا مدار ہوتا ہے۔ فی زمانہ بٹ کوائن ہی کو دیکھ لیں کوئی بھی فقیہ بٹ کوائن کو سمجھے بغیر اس پر حکم بیان نہیں کر سکتا لیکن پہلے تو اس کے سسٹم کو سمجھنا ضروری ہوگا پھر حکم شرع بیان ہو سکتا ہے۔ امام اہل سنت کی ہر اس تحقیق میں کہ جس کا تعلق کسی نظام، کسی چیز، یا کسی پروڈکٹ کے بارے میں تھا سب سے پہلے آپ اس معاملہ میں اس کے اجزائے ترکیبی کو زیر بحث لاتے ہیں وہ شکر کا معاملہ ہو یا فونوگراف کا معاملہ ہو سب سے پہلے یہی دیکھا گیا کہ یہ چیزیں یا معاملہ اصل میں ہے کیا؟ کچھ عرصہ قبل مجھے معلوم ہوا کہ ایک معاصر مفتی صاحب یوفون لون کو سودی معاملہ قرار دیتے ہیں لیکن جب راقم الحروف نے اصل معاملہ کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ لون نام کی تو کوئی چیز اس اسکیم میں ہے ہی نہیں اس اسکیم کی حقیقت اجارہ پر مبنی تھی لھذا اسے سودی کہنے کے بجائے جائز ہونے کا فتوی دیا گیا۔

2۔ نفس موضوع کی ماہیت کو مکمل طور پر سامنے رکھنا

امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کی تحقیقات میں ایک اور چیز جو ہمیں نمایاں انداز میں دیکھنے کو ملتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نفس مسئلہ کی پوری ماہیت کو سامنے رکھتے ہیں ماقبل جن رسائل کے متعلق لکھا گیا وہ عطا النبی رسالہ ہو یا خیر الآمال رسالہ ہو یا پھر الشرعۃ البھیۃ رسالہ ہو یا دیگر رسائل۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امام اہل سنت شش جہات سے نفس موضوع کا جائزہ لے کر ہر ہر رخ پر اس کی حقیقت کے مطابق حکم عائد کرتے ہیں اس کے بعد ہی نتیجہ بیان کرتے ہیں۔ یقینی طور پر یہ انداز مسئلہ کو سمجھنے اور خطا سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے

3۔ قول راجح کی تلاش

علم فقہ میں قول راجح کو لکھنا ہی اصل مہارت ہے جو کہ امام اہل سنت رضی اللہ عنہ

کوایسا لگتا ہے کہ گھٹی میں پلائی گئی تھی۔

4۔ آسانی ویسر کی تلاش

فقہاء ہر دور میں مسلمانوں کی تنگی اور عسر کو سامنے رکھتے ہوئے آسانی اور گنجائش نکالنے پر لکھتے آئے اور لکھتے رہیں گے امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے متعدد مقامات پر بہت سارے عقود پر باطل ہونے کے اقوال ہونے کے باوجود فساد کا حکم بیان فرمایا اور بعض جگہوں پر تنقیح کے ذریعے یا ترجیح کے لئے مزید آسانی عطا فرمائی۔

نوٹ: یہ مقالہ امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے صد سالہ عرس کے موقع پر لکھا گیا ہے رشد الایمان فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے صد سالہ عرس امام احمد رضا پر اِس کی اشاعت کی گئی اور حضرت قبلہ مولانا محمد شرافت علی قادری رِضوی کی ایماء وتحریک بنیادی سبب بنی اہل علم سے گزارش ہے کہ کوئی غلطی یا خطا دیکھیں تو ضرور مطلع کریں۔قارئین یہ بھی نوٹ فرمالیں کہ اس مقالہ میں فتاوی رضویہ کے صفحات نمبر رضا فاونڈیشن والے نسخہ سے لکھے گئے ہیں۔

طالب دعا

ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

2 صفر المظفر 1440 بمطابق اکتوبر 2018

ادارہ کی دیگر کتب



ناشر رضا اسلامک ریسرچ سنٹر سمندری شریف